بٹالی کا میدان
اشتیاق احمد

MALIK JI
8-Aug-14

تم احمق ہو

"مَیں نے ایک حیرت انگیز چیز ایجاد کی ہے دوست۔"
"یہ کوئی نئی بات نہیں ۔ تم جب بھی میرے پاس آتے ہو ۔ یہ خبر ضرور سُناتے ہو۔" بُرا سا منہ بنا کر کہا گیا۔
"ہاں ! اور میں نے آج تک اپنی جتنی ایجادات تمہیں دکھائیں ۔ تم ان میں سے کسی پر بھی رقم لگانے پر تیار نہیں ہوئے ۔ نہ کسی اور نے میری بات سُنی ، لیکن اس مرتبہ میری بات کوئی نہ کوئی ضرور سُنے گا ۔ تم نہیں تو کوئی اور دولت مند ۔ کیوں کہ اِس منصُوبے پر ایک بار پیسہ لگانے کی دیر ہے ، پھر پیسہ اِس طرح برسے گا جیسے بارش۔"
"اور چُوں کہ پیسہ تمہارے پاس ہے نہیں۔ اس لیے تم خود منصُوبے پر عمل کر نہیں سکتے۔"
"ہاں ! یہی بات ہے ۔ لیکن اِس بار منصُوبے پر عمل ضرور ہو گا ۔ تم دیکھ لینا ۔ تم جانتے ہو ، مَیں نے ان تجربات کے

چکروں میں اپنی مُلازمت تک چھوڑ دی ۔ اور اپنی جمع پونجی ان تجربات پر خرچ کر کرکے بالکل غریب ہو گیا ہُوں ۔ اتنا غریب کہ لوگ اب مجھے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ڈاکٹر کی بجائے ۔ کوئی مزدُور خیال کرنے لگے ہیں، لیکن اتنا تم بھی جانتے ہو، مَیں دُھن کا پکّا ہوں ۔ جب تک اپنی کسی ایجاد سے اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانے کے قابل نہیں ہو جاتا ۔ چین سے نہیں بیٹھوں گا ۔ چاہے مجھے اپنے گھر کی ایک ایک چیز بیچ دینا پڑے۔"

"ابھی تو تم کہ رہے تھے ۔ کہ اگر اس ایجاد کو عملی شکل دے دی جائے تو پیسہ بارش کی طرح برسے گا۔"

"ہاں بالکل ۔ مَیں نے انکار کب کیا اس بات سے۔"

"لیکن تم نے یہ بھی تو کہا ہے کہ اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچے گا ۔"

"دونوں باتیں ہوں گی ۔ مخلوق کو فائدہ بھی پہنچے گا ۔ اور منصوبے پر سرمایہ لگانے والا بھی دَولت میں کھیلے گا ۔ ہمیں دُوسروں کے ساتھ ساتھ اپنے حالات بھی تو بہتر بنانے کا حق ہے ۔ لیکن جائز حد میں رہتے ہوئے۔"

"خیر بھئی ۔ بتاؤ ۔ ایجاد کیا ہے ۔ مَیں غور کروں گا۔"

"پہلے مَیں تفصیل بتا دیتا ہُوں، پھر تجربہ کر کے دکھاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے ۔ مَیں سُن رہا ہُوں۔"

MALIK JI
8-Aug-14

پندرہ منٹ تک کمرے میں صرف ایک آواز گونجتی رہی ۔ پھر ان الفاظ پر رُک گئی:

"یہ تو تھی زبانی تفصیل ۔ اب مَیں عملی طور پر کر کے دکھاتا ہُوں۔"

اب پھر کمرے میں خاموشی چھا گئی ۔ کبھی کبھار ہلکی سی کھٹ پٹ کی آواز گونج جاتی ۔ پھر دُوسری آواز گونجی ۔ اس میں زمانے بھر کی حیرت تھی:

"اُف مالک! یہ مَیں کیا دیکھ رہا ہُوں ۔ یہ ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو اور پھر بھی کہ رہے ہو کہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ دُنیا میں تو دُھوم مچ جائے گی یا نہیں۔"

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ۔ پُوری دُنیا اس ایجاد کو خریدنے کے لیے زور لگائے گی، لیکن ہم فارمولا فروخت نہیں کریں گے ۔ زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ فارمولا کسی کو نہ دیا جائے ۔ بس انجکشن تیار کر کرکے فروخت کیے جائیں ۔ ہم منہ مانگے دام وصول کر سکتے ہیں اور اس طرح ہم چند دنوں میں ہی ساری دُنیا کے دولت مندوں سے زیادہ دولت مند ہو سکتے ہیں۔"

"یہ ۔ یہ تم کیا کہ رہے ہو ۔ میرا ایسا کوئی پروگرام نہیں ۔ جو

MALIK JI
8-Aug-14

کمپنیاں فارمولا خریدنا چاہیں گی ۔ ہم انہیں فارمولا بھی فروخت کریں گے ۔"

"تم احمق ہو ۔ ساری دُنیا تمہارے قدموں پر جھک سکتی ہے ۔ اور تم اس موقعے کو گنوا رہے ہو ۔ بلکہ مجھے تو ابھی ابھی ایک اور نیا خیال بھی آیا ہے ۔ اوہ ۔ اوہ ۔ زبردست خیال ۔"

"نیا خیال ۔ کیا مطلب ؟"

"ابھی بتاتا ہوں ۔ ٹھہرو ۔"

کمرے میں گھنٹی کی آواز گونج اُٹھی ، پھر دو بھاری بھرکم آوازیں سُنائی دیں :

"کیا حکم ہے سرکار ؟"

"اس کو پکڑ لو ۔ اور تہ خانے میں بند کر دو ۔"

"کیا ۔ یہ تم کیا کر رہے ہو میرے دوست ؟"

"بالکل ٹھیک کر رہا ہوں ۔ تم اس ایجاد سے وہ فائدہ ہرگز نہیں اُٹھا سکتے ۔ جو میں اُٹھا سکتا ہوں ۔"

"لیکن فارمولا تو میرے پاس ہے ۔ میں تمہیں تیار کر کے دوں گا ہی کیوں ۔"

"تمہارے تو فرشتے بھی میری ہدایات پر عمل کریں گے ۔ تم نہیں جانتے ۔ میرے ہاتھ کتنے لمبے ہیں ۔ میں کیا کچھ کر سکتا ہوں ۔ تم تو بس اتنا جانتے ہو ۔ کہ میں تمہارا بچپن کا

کلاس فیلو ہوں ۔"

"تت ۔ تو پھر ۔ میں تو آج تک یہی خیال کرتا رہا ۔ کیا تم میرے بچپن کے کلاس فیلو نہیں ہو ؟"

"کلاس فیلو ضرور ہوں ۔ لیکن اب میں ایک سمگلر بھی ہوں ۔ یہ اور بات ہے کہ اب مجھے یہ گھٹیا کام کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں رہے گی ۔ کام تو اب صرف تم کرو گے ۔ اور دُنیا بھر کے ممالک سے رقوم میں اینٹھوں گا ۔"

"ہرگز نہیں ۔ میں ۔ میں یہ ایجاد کسی شیطانی کام میں استعمال نہیں ہونے دوں گا ۔ میں تو اس کے ذریعے اللہ کی مخلوق کے لیے آسانیاں پیدا کرنا چاہتا تھا ۔"

"مخلوق کو بھی آسانیاں ہوتی رہیں گی ۔ پہلے میں تو آسانیاں جمع کر لوں ۔"

"نن ۔ نہیں ۔ نہیں ۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا ۔"

"لیکن اب تم میرے ان دو فولادی انسانوں کے شکنجے میں ہو ۔ بچ کر نہیں جا سکتے ۔ اب تمہاری زندگی کے باقی دن تہ خانے میں گزریں گے ۔"

"کوئی بات نہیں ۔ لیکن میں تمہارے لیے فارمولا تیار نہیں کروں گا ۔"

"کیسے نہیں کرو گے ۔ ابھی ایک گھنٹے بعد تم یہ کہتے نظر آؤ گے

MALIK JI
8-Aug-14

کہ ہاں - میں تمام ہدایات پر عمل کروں گا۔"

"یہ نہیں ہو سکتا - تم گھاس کھا گئے ہو۔"

"بس دیکھتے جاؤ - زندگی میں پہلی بار تو تم نے یہ بات سُنی ہے کہ میں ایک سمگلر ہوں - ابھی تمہیں یہ کہاں معلوم کہ میں کیا کچھ کر سکتا ہوں۔"

"تم کچھ بھی کر لو - میں تمہارا آلۂ کار نہیں بنوں گا۔"

"صرف آدھ گھنٹے کی بات ہے - تمہارا جواب بدل چکا ہو گا۔"

"خوش فہمی ہے تمہاری - میں نے آج تک جتنی بھی ایجادات کی ہیں - انسانوں کی بھلائی کے خیال سے - یہ اور بات ہے کہ آج تک میں اپنی کسی ایجاد کو دُنیا کے سامنے نہیں لا سکا - کسی نے میری حوصلہ افزائی نہیں کی۔"

"چلو - اس مرتبہ میں تو حوصلہ افزائی کر رہا ہوں۔" ہنسی کی آواز سُنائی دی -

"حوصلہ افزائی کا یہ طریقہ درست نہیں - جو تم نے اختیار کیا ہے۔"

"بس ختم - اب میں بحث نہیں کر سکتا - اسے تہ خانے میں لے جاؤ - دروازہ میری اجازت کے بغیر ہرگز نہ کھولا جائے۔"

"او کے باس!"

قدموں کی آواز سُنائی دی - اب کمرے میں صرف ایک آدمی رہ گیا - اس کے چہرے پر شیطانی مُسکراہٹ پھیل گئی -

★

بوڑھی عورت نے پریشان ہو کر پہلے اکرام کی طرف اور پھر انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا - اس کی آنکھوں سے بے تحاشہ آنسو بہ رہے تھے :

"تشریف رکھیے ماں جی - خیر تو ہے؟"

"خیر ہی تو نہیں ہے بیٹا!"

"جلدی بتائیں - کیا بات ہے - آپ تو کچھ زیادہ ہی گھبرائی ہوئی ہیں -"

"ج - جی ہاں - گھبراؤں نہ تو کیا کروں - میرے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی ہے۔"

"آپ تفصیل سُنائیں - اِن شاء اللہ آپ کی پریشانی دُور ہو جائے گی۔" انسپکٹر جمشید بولے -

"اللہ تُمہاری زبان مُبارک کرے بیٹا۔" یہ کہ کر وہ بیٹھ گئی اور پھر کہنے لگی :

"چھے ماہ ہو گئے ہیں - میرا بیٹا - اس کی بیوی اور دونوں

چھوٹے بچے غائب ہیں۔ پولیس ان میں سے ایک کا بھی سُراغ نہیں لگا سکی اب تک۔"

"غائب ہیں۔ کیا مطلب؟" وہ دونوں چونکے۔

"میں پوری بات بتاتی ہوں۔ میرے بیٹے کا نام ڈاکٹر صبوری ہے۔ اس نے ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔ ڈگریوں کی تفصیل تو میں جانتی نہیں۔ وُہ دوائیں تیار کرنے کا ڈاکٹر ہے۔ لیکن چند سالوں سے اس نے مُلازمت چھوڑ دی۔ دواؤں کی ایک کمپنی میں مُلازم تھا۔ اور پندرہ ہزار روپے تنخواہ ملتی تھی۔"

"اوہ۔ اتنی اچھی مُلازمت کیوں چھوڑ دی انھوں نے؟"

"اسے بس ایک ہی شوق ہے۔ ادویات پر نئے نئے تجربات کرنے کا۔ وُہ چاہتا ہے۔ کوئی ایسی چیز، کوئی ایسی دوا ایجاد کرے۔ جس سے انسانوں کو بے تحاشہ فائدہ پہنچے۔ اس چکر میں اس نے مُلازمت چھوڑ دی اور گھر میں رہ کر تجربات شروع کر دیئے۔ اس طرح ہماری مالی حالت کمزور ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ نقدی اور زیورات بالکل ختم ہو گئے۔ مَیں نے اور اس کی بیوی نے بہت زور ڈالا۔ کہ وُہ پھر سے مُلازمت کر لے، لیکن اس نے ہماری ایک نہ سُنی۔ بس اس پر تو جنُون سوار تھا کہ کوئی بہت بڑی ایجاد کر کے رہے گا۔ چھے ماہ پہلے اس نے گھر میں اِعلان کیا۔ مَیں نے آخر وُہ چیز ایجاد کر ہی لی۔ جس

MALIK JI
8-Aug-14

سے ساری دُنیا کو فائدہ پہنچے گا، لیکن اُس نے ہمیں بتایا کچھ نہیں۔ فوراً" اپنے دوست کے پاس دوڑا گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اُس کی طرف سے پیغام ملا کہ دوست نے اس خوشی میں اس کی اور اس کے بیوی بچّوں کی دعوت کی ہے۔ اس لیے بیوی بچّوں کو بھیج دیا جائے۔ بیوی بچّوں کو لینے ایک کار آئی تھی۔ اور میرے بیٹے کا رقعہ ساتھ آیا تھا۔ رقعہ دیکھ کر مَیں نے انھیں جانے کی اجازت دے دی۔ مجھے کیا معلوم تھا۔ کہ مَیں اپنی زندگی کی بہت بڑی غلطی کر رہی ہُوں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ماں جی۔ اجازت نہ دینے کی صُورت میں وُہ انھیں زبردستی اُٹھا کر لے جاتے۔ خیر۔ مَیں دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں۔ آپ اس دوست کا نام بتا سکتی ہیں۔ جس کے پاس وُہ گئے تھے؟"

"نہیں۔ ثوبیہ کو ضرور معلوم ہو گا۔ رقعے میں درج تھا۔ شاید۔ لیکن رقعہ بھی ثوبیہ کے پاس ہی رہ گیا تھا۔" اس نے بتایا۔

"اوہ اچھا۔ آپ اپنے بیٹے کے کچھ دوستوں کے نام بتا سکتی ہیں؟"

"نہیں۔ مَیں ایسی کوئی بات نہیں بتا سکتی۔ یہی باتیں تو پولیس والے بار بار مجھ سے پوچھتے ہیں، لیکن مَیں انھیں کیا

MALIK JI
8-Aug-14

بتاؤں۔ اور جب میں ان کے سوالات کے جوابات نہیں دے پاتی تو وہ کہتے ہیں۔تب پھر ہم انھیں کس طرح تلاش کر سکتے ہیں۔"

"ہوں! آپ فکر نہ کریں۔آپ کے بیٹے، بہو اور پوتوں کو میں تلاش کروں گا۔ وہ دواؤں کی کون سی کمپنی میں ملازمت کرتے تھے؟"

"افسوس تو یہی ہے۔میں بے چاری سیدھی سادی۔اس کمپنی کا نام بھی نہیں جانتی۔ دراصل بیٹا۔میں اَن پڑھ ہوں — بالکل اَن پڑھ۔" اس نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔

"ہوں! اچھا۔میں سمجھ گیا۔آپ اپنے گھر کا پتا لکھوادیں۔"

"جام نگر میں ہماری کوٹھی ہے۔پتا میں پڑوسی سے لکھوا لائی ہوں۔" یہ کہ کر اس نے ایک کاغذ اُن کی طرف بڑھایا۔انھوں نے دیکھا، کاغذ پر لکھا تھا۔ جام نگر۔ کوٹھی نمبر ۲۰۳ —

"بہت بہت شکریہ۔اب میں خود دیکھ لوں گا۔آپ بے فکر ہو کر گھر جائیں۔سواری کا انتظام نہ ہو تو بتا دیں۔"

"سواری اب کہاں رہی بیٹا۔ملازمت چھوڑنے کے بعد کار بیچنے کی باری بھی آئی تھی۔اب تو ہمارے پاس صرف خالی پیلی کوٹھی رہ گئی ہے۔یعنی اس کا سامان بھی بِک چکا ہے — اور اگر وہ کوئی ایجاد کرنے میں کامیاب نہ ہو جاتا تو کوٹھی بھی فروخت ہو جاتی۔"

"چلیے پھر میں خود آپ کو چھوڑ کر آتا ہوں۔اسی بہانے آپ کا گھر بھی دیکھ لوں گا۔"

"جیتے رہو بیٹا۔اِس سے اچھی بات بھلا کیا ہوگی۔میرے دِل دماغ نے بار بار یہی مجھ سے کہا کہ تمھارے پاس جانا چاہیے۔"

"آپ نے بہت اچھا کیا۔ ویسے ایک بات بتائیں گی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"پوچھو بیٹا!"

"آپ کو اپنے بیٹے پر غصّہ تو بہت آتا رہا ہوگا۔ میرا مطلب ہے۔اُن کے تجربات کی عادت پر؟"

"نہیں۔ایک بار بھی غصّہ نہیں آیا۔ اس نے ہمیشہ مجھ سے یہی کہا کہ میں اِنسانیت کے لیے کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں۔جو رہتی دُنیا تک کام آئے۔اس کے بغیر میں سنبھل گا۔میں نے اپنی تعلیم سے کوئی کام نہیں لیا۔ اس کی اس بات کی وجہ سے نہ تو کبھی مجھے اس پر غصّہ آیا۔ نہ ثوبیہ کو — وہ بھی بہت ہی اچھی لڑکی ہے۔"

"آپ کے بیٹے سے بس ایک غلطی ہوئی ہے۔"

"اور۔وہ کیا بیٹا؟"

"انھیں اس دوست کے پاس نہیں جانا چاہیے تھا۔اس دوست

MALIK JI
8-Aug-14

نے انھیں دھوکا دیا ہے - بیوی بچّوں کو بھی اس دوست کی چالاکی کی وجہ سے وہاں بلوایا گیا - شاید آپ کے نیک بیٹے اس خود غرض دوست کی بات پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے - لہٰذا اس نے اُن کے بیوی اور بچّوں کو بھی وہاں بلوا لیا - خیر - مَیں آپ کو اطمینان دلاتا ہُوں - جب تک انھیں تلاش نہیں کر لوں گا - چین سے سانس نہیں لوں گا، چوبیس گھنٹے میں ایک گھنٹے سے زیادہ سوؤں گا نہیں۔"

"یہ - یہ تو تمھارے ساتھ بہت زیادتی ہو گی بیٹا۔"

"نہیں! میں ہر لمحے - ہر آن - یہ خیال کروں گا کہ ایک ماں انگاروں پر لوٹ رہی ہے - لہٰذا مجھے کیا حق ہے کہ مزے کی نیند سو جاؤں - آئیے چلیں - اکرام تم بھی آؤ۔"

اُنھوں نے ڈاکٹر کی ماں کو جیپ میں بٹھایا اور جام پور کی طرف روانہ ہوئے - تھوڑی دیر بعد وُہ ایک ایسی کوٹھی میں داخل ہو رہے تھے جو پوری طرح اُجڑی ہوئی تھی - اِس میں فرنیچر اور دُوسرے سامان نام کی کوئی چیز نہیں رہ گئی تھی - چارپائیاں یا مسہریاں بھی کہیں نظر نہیں آئیں - فرش پر چٹائیاں ضرور بچھی تھیں - غالباً وُہ لوگ چٹائیوں پر سونے لگ گئے تھے - مسہریاں بھی بیچ دی گئی تھیں -

"اکرام! دیکھ رہے ہو - آج کی دُنیا میں ایسے لوگ بھی ابھی

ہیں - جو انسانیت کے لیے اپنا آپ بیچ دیں۔"

"ہاں سر - میرا جی چاہ رہا ہے - خوب روؤں - لیکن اِس بوڑھی ماں کی وجہ سے بہت مشکل سے آنسوؤں کو روک لیا ہے میں نے۔" اکرام نے انگریزی میں کہا -

"مم - میرا بھی یہی حال ہے اکرام - لیکن خبردار - ہم دونوں ان کے سامنے نہیں روئیں گے - ہاں باہر نکلتے ہی ہم اپنے آنسوؤں کو آزاد چھوڑ دیں گے۔" انھوں نے بھی انگریزی میں کہا۔

"یہ تم دونوں انگریزی میں کیوں باتیں کرنے لگے - مجھ سے کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ماں جی - ہاں گھر میں آپ کے بیٹے کی کوئی تصویر ہو گی؟"

"تصویر - تصویر اس نے آج تک نہیں کھنچوائی - وُہ بہت زیادہ اِسلامی ذہن کا آدمی تھا - ملازمت اور شناختی کارڈ وغیرہ کے سلسلے میں ضرور تصویر کھنچوانا پڑی تھی، لیکن وُہ بھی صرف ضرورت کے مطابق بنوائی تھی۔"

"گویا کوئی تصویر بھی نہیں مل سکتی۔"

"نن - نہیں - اسی لیے تو پولیس والے جھنجلاتے ہیں۔"

"لیکن ہم نہیں جھنجلائیں گے - وُہ تجربات کہاں کرتے تھے؟"

"آؤ میرے ساتھ۔"

MALIK JI
8-Aug-14

وہ انھیں اوپر والی منزل کے ایک کمرے میں لے آئی —
اس کمرے میں انھیں ترتیب اور سلیقے کے آثار نظر آئے۔ یہاں پورے کمرے میں ادویات بھری پڑی تھیں۔ اور سائنسی آلات نصب تھے۔ صحیح معنوں میں یہ ایک تجربہ گاہ نظر آ رہی تھی۔

"کاش! کسی طرح ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ مسٹر صبوری نے کیا دوا ایجاد کی ہے۔" انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"شاید یہاں ان کی کوئی ڈائری وغیرہ مل جائے۔ جس میں اس تجربے کا ذکر ہو۔" اکرام نے کہا۔

"ہاں! ہمیں پوری تجربہ گاہ کا جائزہ لینا ہوگا۔"

انھوں نے بہت احتیاط سے ایک ایک چیز کا جائزہ لیا۔ اور آخر ایک الماری میں سے موجودہ سال کی ڈائری تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے —

"یہ — یہ ڈائری پولیس کو کیوں نہیں ملی؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"انھوں نے اس کمرے کو بس سرسری طور پر دیکھا تھا۔" ڈاکٹر کی والدہ بولی —

"ہوں!" دونوں ایک ساتھ بولے، پھر ڈائری کھول کر بیٹھ گئے اور جلدی جلدی اس کا مطالعہ کرتے چلے گئے۔ آخر میں چھ ماہ پہلے کی تاریخ میں لکھا تھا:

"آخر میں کامیاب ہو گیا۔ میری ایجاد دنیا میں دھوم

مچا دے گی، لیکن میں نے یہ کامیابی دھوم مچانے کے لیے، اپنے نام اور شہرت کے لیے نہیں۔ بنی نوع انسان کی بھلائی کے لیے کی ہے۔ اور میں اپنی ایجاد سے کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھاؤں گا۔"

اچانک انسپکٹر جمشید کو ایک خیال آیا اور وہ فون کی طرف بڑھ گئے —

MALIK JI
8-Aug-14

کیا!!!

نواب فرقان کا بیٹا تڑ سے گرا اور بے ہوش ہو گیا :

"ارے یہ کیا ہوا میرے بچّے کو ؟" نواب فرقان چلاّئے۔ سگریٹ اُن کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

"پتا نہیں کیا ہوا ہے۔ ڈاکٹر کو بلانا چاہیے۔" کئی آوازیں گونجیں۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ مَیں ابھی فون کرتا ہُوں۔" نواب فرقان نے کہا اور فون کی طرف دوڑ لگا دی۔

آج نواب فرقان نے اپنے دوستوں کو ایک شان دار دعوت دی تھی۔ اُن کا بیٹا میاں عرفان بیرونِ ملک سے ایک مدّت بعد لوٹا تھا۔ اسی خوشی میں دعوت دی گئی تھی۔ لیکن ابھی دعوت شروع ہونے ہی والی تھی کہ میاں عرفان گرا اور بے ہوش ہو گیا، حالاں کہ ابھی چند سیکنڈ پہلے وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ اب سب لوگ میاں عرفان کو دیکھ رہے تھے۔ اسے اٹھا کر صوفے پر لٹا دیا

گیا تھا۔ اور نواب فرقان جلدی جلدی ڈاکٹر کو فون کر رہے تھے۔ ایسے میں ایک آواز اُبھری :

"بھئی یہاں خیریت تو ہے ؟" یہ آواز خان رحمان کی تھی۔ اُسی وقت نواب فرقان نے ریسیور رکھ دیا اور بولے :

"آئیے۔ خان رحمان صاحب۔ اور پروفیسر صاحب۔ ارے مگر۔ انسپکٹر جمشید نظر نہیں آ رہے آپ لوگوں کے ساتھ۔ اور نہ محمود، فاروق اور فرزانہ۔" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ پانچ بجے دفتر سے روانہ ہوں گے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ کو ساتھ لیں گے اور پھر یہاں آئیں گے۔ گویا ابھی آدھ گھنٹے۔ ارے یہ کیا ہوا۔" خان رحمان کہتے کہتے رک گئے۔ ان کی نظریں میاں عرفان پر جم گئیں۔

"پتا نہیں۔ اچانک کیا ہوا۔ گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ میں نے ابھی ڈاکٹر کو فون کیا ہے۔"

"اوہ !" اُن کے منہ سے نکلا۔

اور پھر ڈاکٹر صاحب اپنی کار میں سے اُترتے نظر آئے۔ ان کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار تھے :

"ابھی ہوش آیا یا نہیں انھیں ؟"

"جی نہیں۔ آئیے۔ دیکھ لیجیے۔"

"یہاں تو کوئی گڑ بڑ معلوم ہوتی ہے۔" محمود کی آواز سُنائی

MALIK JI
8-Aug-14

دی۔

"دعوت میں گڑبڑ۔ یعنی کباب میں ہڈی۔" فاروق بولا۔

خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے انھیں چونک کر دیکھا۔ ابھی ابھی اندر پہنچے تھے۔ دونوں ان کی طرف لپکے اور خان رحمان بولے:

"میاں عرفان اچانک بے ہوش ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب ابھی ابھی آئے ہیں۔"

"اوہ۔ پتا نہیں۔ کیا بات ہے۔ لوگ اچانک کیوں بے ہوش ہونے لگ گئے ہیں۔" فاروق بڑبڑایا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ ہم نے تو پہلے کسی کو بے ہوش ہوتے نہیں دیکھا۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"چپ رہو۔ ڈاکٹر صاحب میاں عرفان کا معائنہ کر رہے ہیں، ارے۔ انسپکٹر جمشید نظر نہیں آ رہے۔" پروفیسر بولے۔

"ہمیں کہ رہے ہیں چپ رہو۔ اور خود باتیں کر رہے ہیں پروفیسر انکل۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اچانک خیال آ گیا تھا جمشید کا۔"

"وہی اچانک۔ اصل میں تو اس اچانک کو کچھ ہو گیا ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"کیا کہا۔ کس کو کچھ ہو گیا ہے؟" پروفیسر داؤد بے دھیانی کے عالم میں بولے۔ وہ ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"جج۔ جی۔ اچانک کو۔" فاروق منمنایا۔

پروفیسر داؤد اسے گھور کر رہ گئے اور فاروق سہم گیا۔ اب وہ تینوں بھی ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ڈاکٹر نے اپنے بیگ میں سے ایک انجکشن نکالا۔ اس میں دوا بھری ہوئی تھی۔ انھوں نے میاں عرفان کے بازو میں انجکشن کی سوئی داخل کر دی۔ اور دوا اس کے جسم میں جانے لگی۔

"آپ پہلے ہی دوا بھر کر لائے تھے۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جوں ہی نواب صاحب کا فون ملا، میں نے اپنے اسسٹنٹ کو حکم دیا کہ بے ہوشی زائل کرنے والی دوا سرنج میں بھر کر رکھ دے، اس نے دوا بھر دی اور بیگ اٹھا کر چل پڑا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ڈاکٹر نے سرنج کھینچ لی۔ اور اسے ڈبیا میں رکھ کر بیگ بند کرنے لگے، پھر انھوں نے کہا:

"بس۔ صرف چند منٹ میں یہ ہوش میں آ جائیں گے۔ فکر کی ضرورت نہیں۔"

"شش۔ شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ اب آپ جائیں نہیں۔ دعوت میں شرکت کریں۔" نواب فرقان بولے۔

"شکریہ۔ میرے مریض انتظار کر رہے ہوں گے۔ اگر میں یہاں رکا تو یہ ان کے ساتھ زیادتی ہو گی۔" ڈاکٹر نے کہا۔

MALIK JI
8-Aug-14

"اوہ ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"ارے ارے - یہ - یہ کیا ہو رہا ہے۔" مہمانوں میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔

"کہاں - کیا ہو رہا ہے؟" خان رحمان بولے۔

"یہ - یہ - ادھر دیکھیے - میاں عرفان کو۔"

سب نے میاں عرفان کو دیکھا اور پھر ان سب کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں - شاید انھوں نے اپنی زندگی میں اس قدر حیران کن منظر نہیں دیکھا تھا - منظر حیران کن ہی نہیں، پُر خوف بھی تھا - ان کی پھٹی پھٹی آنکھیں پلکیں جھپکنا تک بھول چکی تھیں۔

"اُف - مالک - یہ - یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"یہ ضرور کوئی خواب ہے - بھیانک خواب۔" کوئی بڑبڑایا۔

"خ - خواب - اتنے بہت سے لوگ ایک ہی خواب کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔" کوئی اور بولا۔

"ہو سکتا ہے - خواب ہم میں سے صرف ایک شخص دیکھ رہا ہو - باقی سب اس خواب میں شامل ہوں۔" فرزانہ نے کانپتی آواز میں کہا۔

"ڈاکٹر صاحب - کچھ آپ ہی کہیے - یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"م - میں - میں کیا کہوں - شاید میں اپنی زندگی کا حیران کن

ترین واقعہ دیکھ رہا ہوں۔" انھوں نے کانپتی آواز میں کہا۔

اور پھر ان سب کے جسموں میں تھرتھری دوڑنے لگی - دُنیا کا آٹھواں عجوبہ اس واقعے کی صورت میں ان کے سامنے تھا - لیکن ابھی وہ پوری طرح نہیں سمجھ پائے تھے کہ کیا ہو رہا ہے اور ابھی کیا ہونے والا ہے - اچانک ان میں سے کئی لڑکھڑا کر گرے اور بے ہوش ہو گئے - کچھ سر تھام کر بیٹھ گئے - خود محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد کا بُرا حال تھا - ایسے میں پروفیسر داؤد کے منہ سے نکلا:

"ن - نہیں نہیں - یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ل - لیکن پروفیسر صاحب - یہ ہو رہا ہے - اور ہم سب کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔" خان رحمان بولے۔

"ک - کیمرہ - کیمرہ ہو گا کسی کے پاس۔" ان حالات میں محمود کی آواز گونجی - ایک صاحب تیزی سے آگے بڑھے اور کندھے سے لٹکتا کیمرہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

وہ جلدی جلدی میاں عرفان کی تصاویر لیتا چلا گیا - یہاں تک کہ فلم ختم ہو گئی - جب کہ دوسری طرف ابھی عمل جاری تھا:

"کسی اور صاحب کے پاس اگر کیمرہ ہے تو عنایت فرما دیں۔" محمود چلّایا۔

ایک اور آگے بڑھا اور کیمرہ دے دیا - اب محمود ذرا ٹھہر

ٹھہر کر تصویر لینے لگا، کیوں کہ اسے خوف محسوس ہوا تھا کہ کہیں یہ فلم بھی ختم نہ ہو جائے اور دوسری طرف معاملہ ابھی رکا نہیں تھا۔

میاں عرفان کا جسم بہت تیزی سے چھوٹا ہو رہا تھا۔ ہر لمحے اور چھوٹا ہو رہا تھا۔ انہیں یوں لگ رہا تھا۔ جیسے وہ سکڑتا جا رہا ہو۔

"نن۔ ناممکن۔" خان رحمان چلائے۔

"کک۔ کیا ناممکن؟

"یہ۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ بولے۔

"لیکن انکل۔ یہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ کوئی سنی سنائی بات نہیں ہے۔"

"تب ہم واقعی کوئی ہول ناک خواب دیکھ رہے ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"نہیں خان رحمان۔ نہ یہ خواب ہے۔ نہ ناممکن بات۔ ابھی ہمیں اور حیران ہونا ہے۔ ابھی میاں عرفان کا جسم اور بھی چھوٹا ہو گا۔ اتنا چھوٹا کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔" پروفیسر بولے۔

"کیا مطلب۔ آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں؟"

"چھوٹا ہونے کی رفتار کو دیکھ کر یہ کہنا کوئی مشکل بات نہیں۔"

اور پھر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مارے حیرت کے ان کی آنکھیں باہر کو ابل آئیں۔ میاں عرفان اب بالکل ننھا سا انسان نظر آ رہا تھا۔ صرف چھے انچ لمبا انسان۔ اس لمبائی تک پہنچ کر وہ مزید چھوٹا ہونا رک گیا اور ساتھ ہی انھوں نے اسے آنکھیں کھولتے دیکھا۔ ایک ہلکی سی آواز سنائی دی:

"مم۔ مجھے کیا ہو گیا تھا؟

"مم۔ میرے بیٹے۔ کیا ہو گیا تھا نہیں۔ یہ پوچھو۔ کیا ہو گیا ہے۔ اپنے آپ کو دیکھو۔" نواب فرقان نے روتے ہوئے کہا۔

"ییں۔ اپنے آپ کو دیکھوں۔ کیوں؟" اس نے گھبرا کر کہا۔ اس کی بہت مدھم آواز مشکل سے سنائی دے رہی تھی۔ پھر اس نے خود کو ٹٹولا۔ اپنے ہاتھوں، پیروں اور جسم کو دیکھا:

"ہائیں۔ یہ۔ یہ کیا؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہی سوال ہم سب کے ذہنوں میں گونج رہا ہے۔" نواب فرقان بولے۔

"اوہو۔ آپ ذرا آہستہ بات کریں۔ میرے کانوں کے پردے پھٹتے محسوس ہوتے ہیں جب آپ بولتے ہیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اس اوہ نے بھی میرے کان ہلا کر رکھ دیے ہیں۔"

MALIK JI
8-Aug-14

"ٹھیک ہے ۔ ہم سمجھ گئے ۔ اور اب بہت آہستہ آواز میں بات کریں گے۔" محمود نے فوراً کہا۔

"ہائیں ۔ یہ آواز تو محمود بھائی کی ہے۔" میاں عرفان نے چونک کر کہا۔

"ہاں میاں عرفان ۔ ہم یہاں موجود ہیں ۔ اور تم یہاں ہمارے سامنے چھوٹے ہوئے ہو۔"

"لیکن یہ سب کیسے ہوا ۔ اور اب میں اپنی اصلی حالت پر کیسے آؤں گا ۔ کیا یہ کام کسی جادوگر نے کیا ہے؟"

"لگتا تو ایسا ہی ہے ۔ جیسے یہ سب کسی جادوگر کا کیا دھرا ہو ۔ لیکن نہیں ۔ یہ کام ڈاکٹر صاحب کا ہے۔" محمود نے کہا اور جھپٹ کر ان کا بیگ تھام لیا۔

"کیا مطلب؟" ڈاکٹر صاحب زور سے چونکے۔

"یہ سارا اس انجکشن کا کیا دھرا ہے ۔ جو آپ نے میاں عرفان کو لگایا ہے ۔ اور وہ انجکشن ابھی تک آپ کے بیگ میں موجود ہے ۔ بلکہ دوا کے چند قطرے بھی اس میں ہوں گے ۔ ہم ان قطرات کا تجزیہ کرائیں گے ۔ آپ خود کو گرفتار سمجھیے۔" محمود کہتا چلا گیا۔

"یہ ۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں ۔ میں اس گھر کا صرف ڈاکٹر ہی نہیں ۔ نواب صاحب کا دوست بھی ہوں۔" ڈاکٹر صاحب نے

MALIK JI
8-Aug-14

چیخ کر کہا۔

"اُف مالک ۔ اس قدر تیز آواز ۔ میں ضرور بہرہ ہو جاؤں گا ۔ کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے۔"

"معاف کرنا بیٹا ۔ میں بھول گیا تھا۔" ڈاکٹر صاحب جلدی سے بولے۔

"ڈاکٹر باقر بیگ ٹھیک کہ رہے ہیں محمود ۔ یہ کیا دھرا ان کا نہیں ہو سکتا ۔"

"لیکن انجکشن تو انھوں نے ہی لگایا ہے۔" محمود بولا۔

"محمود ۔ تم بھول رہے ہو ۔ ان کے انجکشن لگانے سے پہلے میاں عرفان اچانک بے ہوش بھی ہوئے تھے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"اوہ ۔ تو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ بے ہوش بھی کسی دوا کی وجہ سے ہوئے تھے ۔ یعنی ان کے جسم میں کوئی دوا سوئی وغیرہ کے ذریعے داخل کی گئی ہے ۔ اور اس دوا نے ہی انھیں اتنا چھوٹا کیا ہے۔"

"ہاں ! میرا خیال تو یہی ہے۔"

"تب بھی تجربہ کر دیکھنے میں کیا حرج ہے۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"تجربہ ۔ کیا مطلب؟"

"سرنج میں چند قطرے دوا باقی ہے ۔ ہم کسی جانور پر ایک قطرہ آزما کر دیکھ لیتے ہیں۔"

"ترکیب اچھی ہے ۔ شابو ۔ بلی کو لے آؤ۔"

MALIK JI
8-Aug-14

ملازم گیا اور ایک خوب صورت موٹی تازی بلّی کو ہاتھوں میں اُٹھا لایا۔ اس وقت تک محمود ڈاکٹر کے بیگ میں سے سرنج نکال چکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب بُت بنے کھڑے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

سرنج میں واقعی چند قطرے دوا ابھی موجود تھی۔ محمود نے اس میں سے دو قطرے بلّی کے جسم میں داخل کر دیے۔ بلّی غرّائی۔ لیکن ملازم نے اسے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ وہ سب بلّی کو بغور دیکھ رہے تھے۔ ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے، پھر اچانک بلّی کا جسم چھوٹا ہونے لگا۔

"ارے باپ رے۔ یہ۔ یہ تو بلّی بھی ہو گئی چھوٹی۔" خان رحمان نے کانپ کر کہا۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب۔ اب تو ہم آپ کو گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"کر لیں، لیکن ہوں میں بے گناہ۔ کیا میں اتنا ہی بیوقوف ہوں کہ سب لوگوں کے سامنے ایسا خوف ناک تجربہ کر گزروں۔ اور پھر سوال تو یہ ہے کہ مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تب پھر یہ کام آپ کے اسسٹنٹ کا ہے۔ سرنج میں دوا اس نے بھری تھی۔ ہمیں فوری طور پر آپ کے کلینک جانا

ہوگا۔ انکل آپ ہمارے ساتھ چل رہے ہیں۔"

"ہاں۔ ضرور۔" خان رحمان نے کہا۔

"ہم۔ میں یہیں ٹھہروں گا۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

"سرنج ہمارے قبضے میں رہے گی۔ ابھی اس میں ایک دو قطرے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" ڈاکٹر باقر بیگ نے فوراً کہا۔

"لیکن محمود۔ جمشید کیوں نہیں آئے؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"اُن کا فون آیا تھا کہ مصروف ہیں۔ شاید انہیں دیر ہو جائے، لہٰذا ہم ادھر کے لیے روانہ ہو گئے۔ وہ فارغ ہونے کے بعد ادھر ہی آئیں گے۔"

"انہیں ادھر آ بھی جانا چاہیے۔" پروفیسر داؤد بڑبڑاتے۔

میاں عرفان اور بلّی جوں کے توں چھوٹے تھے۔ آخر محمود، فاروق، فرزانہ اور خان رحمان ڈاکٹر کے ساتھ روانہ ہوتے۔ کلینک میں داخل ہوتے ہی ڈاکٹر صاحب بولے:

"ساجد خان۔ تم کہاں ہو۔ ادھر آؤ۔"

"یس سر۔ ابھی حاضر ہوا۔" اندر سے آواز آئی، پھر ایک دُبلا پتلا اور درمیانے قد کا آدمی ان کے سامنے آ کھڑا ہوا اور انہیں حیرت زدہ انداز میں دیکھ کر بولا:

MALIK JI
8-Aug-14

"خیر تو ہے ڈاکٹر صاحب؟"

"تم نے سرنج میں مجھے کون سی دوا بھر کر دی تھی۔ اس کی خالی شیشی لے آؤ۔"

"گگ۔ کیوں۔ کیا ہوا۔ میں نے تو وہی دوا بھری تھی جس کی آپ نے ہدایت دی تھی۔"

"بس۔ یہ نہ پوچھو۔ کیا ہوا۔ پہلے تو دوا کی شیشی لے آؤ۔" انھوں نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

وہ پھر اپنے کیبن میں گیا اور ایک خالی شیشی اٹھا لایا۔ اس میں اسی رنگ کی دوا کے کچھ قطرات تھے۔ جیسی اس سرنج میں تھی۔

"تت۔ تو۔ تم نے یہ دوا بھری تھی۔ تب تو دوا بالکل ٹھیک بھری گئی۔ اب ہم اس کمپنی کے اس دوا کے دوسرے انجکشن کو چیک کریں گے۔ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟" ڈاکٹر باقر بیگ نے کہا۔

"ضرور چیک کریں گے۔ تجزیہ بھی کرائیں گے۔"

ڈاکٹر صاحب کی پالتو بلی کو اس دوا کا انجکشن لگایا گیا۔ لیکن کوئی بات نہ ہوئی۔ انھوں نے اس شیشی کو بھی قبضے میں لے لیا۔

"آخر ماجرا کیا ہے؟"

"ایک منٹ۔ ماجرا بعد میں بتائیں گے۔ پہلے آپ یہ بتائیں، جب آپ نے سرنج میں دوا بھری تھی۔ اس وقت آپ کے پاس کوئی اور بھی موجود تھا؟"

"جی ہاں! ایک صاحب آئے تو تھے۔ انھیں ڈاکٹر صاحب سے کوئی مشورہ کرنا تھا۔ وہ مشورے کی فیس وغیرہ اور دوسری باتیں مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ ڈاکٹر صاحب کو نواب صاحب کا فون ملا۔ اور انھوں نے فون سننے کے دوران ہی سرنج میں یہ دوا بھرنے کی ہدایت دی۔ میں نے دوا بھر کر تیار رکھ دی۔"

"یعنی سرنج تیار رکھ دی۔" فرزانہ بولی۔

"ہاں!" وہ بولا۔

"لیکن کہاں۔ کیا ڈاکٹر صاحب کے بیگ میں؟"

"نہیں۔ پہلے میں نے سرنج ٹرے میں رکھی۔ اور بیگ اٹھانے کے لیے اندر گیا۔ بیگ لایا اور سرنج اس میں رکھ دی۔"

"اوہ اوہ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"کیوں۔ کیا ہوا؟"

"ان حالات میں یہ عین ممکن ہے۔ کہ اصل آدمی وہ ملاقاتی ہو۔ سرنج وہ پہلے ہی تیار کر کے لایا ہو، کیوں کہ اسے

یہ بات بھی معلوم تھی کہ نواب فرقان کا فون آئے گا —

جوں ہی ساجد صاحب اندر گئے۔ اس نے سرنج بدل دی۔"

" اوہ — لیکن اسے کس طرح علم تھا کہ نواب فرقان فون کریں گے؟"

" اس لیے کہ میاں عرفان کو بے ہوش کرنے کا پروگرام پہلے ہی بنایا جا چکا تھا — وقت بھی طے تھا — اس لیے وہ بھی پہلے سے یہاں موجود تھا — اور میاں عرفان کو بے ہوش بھی اسی غرض کے لیے کیا تھا کہ جھوٹا کرنے والا انجکشن خود ان کا ڈاکٹر اپنے ہاتھ سے لگائے۔"

" اوہ — اوہ۔" اُن کے منہ سے نکلا۔

" سوال تو یہ ہے کہ آخر کیوں۔ کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے — ایسا کر کے کوئی کیا چاہتا ہے؟"

" اس سے بھی اہم سوال یہ ہے کہ کوئی ایسا کر کیسے سکتا ہے؟" خان رحمان بولے۔

" ہوں — اچھا — ذرا اس آدمی کا حلیہ تو بتا دیں۔ چال ڈھال یا کوئی اور خاص بات — جس کے ذریعے ہم اس کو تلاش کر سکیں۔"

" وہ لمبے قد کا تھا — رنگ سانولا تھا — ناک قدرے لمبی تھی — اس سے زیادہ تو میں بھی نہیں بتا سکتا۔" اسسٹنٹ نے جلدی

MALIK JI
8-Aug-14

جلدی کہا —

محمود نے یہ سب باتیں نوٹ کر لیں۔ دوا کی شیشی اور سرنج پہلے ہی وہ قبضے میں لے چکے تھے۔ ڈاکٹر یا اس کے اسسٹنٹ کو گرفتار کرنے کا اب کوئی جواز نہیں رہ گیا تھا — اس لیے وہ واپس پلٹے اور نواب فرقان کی کوٹھی پہنچے :

" یہاں حالات کیا ہیں؟"

" جوں کے توں ہیں — بس آپ لوگوں کے جانے کے بعد میاں عرفان نے بھوک کی شکایت کی تھی — انھوں نے چند رتی خوراک کھائی ہے — اور بس۔"

" ہوں — میرا خیال ہے — آپ اپنی دعوت خراب نہ کریں — سب لوگ کھا پی کر فارغ ہو جائیں — تا کہ ہم اطمینان سے اس معاملے پر کام کر سکیں۔"

" ان حالات میں کیا کوئی دعوت اڑا سکتا ہے۔" ایک مہمان نے کہا —

" نہیں — یہ ضروری ہے — ورنہ اتنا کھانا ضائع ہو جائے گا۔" پروفیسر بولے —

سب نے کھانا کھایا اور رخصت ہونے کے لیے تیار ہو گئے، ایسے میں فرزانہ نے بلند آواز میں کہا :

" مجھے ابھی ابھی ایک خیال آیا ہے — اور وہ خیال یہ ہے کہ

MALIK JI
8-Aug-14

آپ لوگ ابھی نہیں جا سکتے۔"

"کیا مطلب؟" ان سب کے منہ سے نکلا۔

"اس لیے کہ آپ میں وہ صاحب موجود ہیں۔ جنھوں نے کسی سوئی کے ذریعے بے ہوش کرنے والی دوا میاں عرفان کے جسم میں داخل کی تھی۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلّائے۔

تفتیش کا آغاز

فون کا ریسیور رکھ کر انسپکٹر جمشید اکرام کی طرف مڑے:

"محمود، فاروق اور فرزانہ میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے ان سے کہ دیا ہے کہ وہ چلے جائیں۔ مجھے وقت مل گیا تو وہیں پہنچ جاؤں گا۔ تم خود ہی سوچو اکرام۔ ان حالات میں میں کسی دعوت میں کیسے جا سکتا ہوں۔ بوڑھی عورت کا پورا گھرانہ غائب کر دیا گیا ہے۔ وہ بھی اسی شہر میں۔ جب تک میں انھیں تلاش نہ کر لوں۔ کس طرح کسی خوشی کی محفل میں شرکت کر سکتا ہوں۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں سر۔" اکرام مسکرا دیا۔

"اچھا اکرام۔ ہمارے شہر میں ادویات تیار کرنے والے کتنے ادارے ہوں گے اور تم یہ بات کتنی دیر میں معلوم کر سکتے ہو کہ ڈاکٹر صبوری ان میں سے کس ادارے میں کام کرتے تھے۔"

"میرا خیال ہے سر۔ اس کام میں آدھ گھنٹا لگ جائے گا۔"

"تب پھر یہیں کوشش شروع کر دو۔ میرا خیال ہے۔ ماں جی

MALIK JI
8-Aug-14

کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ رہ گئی ٹیلی فون کے بل کی بات۔ وہ
ہم خود ادا کریں گے۔"
"نہیں بیٹا! تم یہ کام میرے لیے کر رہے ہو۔ جیسے بھی
ہوگا۔ بل میں خود ادا کروں گی۔"
"خیر۔ یہ بعد کا مسئلہ ہے۔ بل آپ تک آئے گا تو آپ
جمع کرائیں گی نا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
"کیا مطلب۔ کیا اب فون کا بل مجھے نہیں ملا کرے گا؟"
"کم از کم ان کالوں کا بل آپ کو ادا نہیں کرنا پڑے گا۔"
"میں نے تم جیسا پولیس آفیسر آج تک نہیں دیکھا۔"
"دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک موجود ہیں ماں جی۔ میں
کیا اور میری بساط کیا۔ میں تو بس یہ چاہتا ہوں۔ اپنے
بیٹے اور پوتوں کو دیکھ کر آپ کے چہرے کی اداسی پر لگا کر
اڑ جائے اور آپ مسکرا دیں۔ وہ مسکراہٹ میرے لیے قدرت
کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہوگی۔"
"بب۔ بیٹا!" بوڑھیا کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔
اور اکرام جلدی جلدی فون کرنے لگا۔ انسپکٹر جمشید سوچ میں
گم ہو گئے۔ بیس منٹ اکرام نے ان کی طرف مڑ کر کہا۔
"ڈاکٹر صبوری جام صحت کمپنی میں ملازم تھے سر۔ یہ کوٹا روڈ
پر واقع ہے۔"

"ہم اسی وقت وہاں چل رہے ہیں اکرام۔" ان الفاظ کے
ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑھیا کو اللہ حافظ کہا۔
کمپنی کے مینجر نے ان کا استقبال کیا:
"تو ڈاکٹر صبوری آپ کے ہاں ملازم تھے؟"
"جی ہاں! میں نے سنا ہے۔ وہ غائب ہیں، اب تک ان
کا کوئی پتا نہیں چلا۔"
"ہاں! آپ اس سلسلے میں ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں؟"
"جو آپ فرمائیں۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔
"تو پھر پہلے تو آپ جو کچھ ان کے بارے میں جانتے ہیں
بتا دیں۔ پھر میں خود چند سوال کروں گا۔ اور ہاں آپ کا نام؟"
"میں الیاس رشدی ہوں۔ ڈاکٹر صبوری بہت اچھے انسان ہیں،
انسانیت کے لیے ہمدردی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔
بس وہ چاہتے ہیں۔ مرنے سے پہلے کوئی ایسا کام کر جائیں کہ
رہتی دنیا تک انسانوں کو فائدہ ہوتا رہے۔ وہ اسی دھن میں
رہتے تھے اور اس طرح کمپنی کا کام ٹھیک طرح سے نہیں کر
پاتے تھے۔ میں نے انھیں ایک دو مرتبہ ٹوکا تو انھوں نے
ملازمت چھوڑ دی۔ میں نے بہت سمجھایا کہ آپ ملازمت نہ چھوڑیں،
ٹوکنے کا مطلب یہ نہیں تھا، لیکن انھوں نے کہا کہ اب میں
فیصلہ کر چکا ہوں۔ دن رات کوئی ایجاد کرنے میں صرف کروں

گا۔ صرف اسی طرح میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔ یہاں ملازمت
کرتے ہوئے کامیابی میرے قدم نہیں چومے گی۔ اس کے
علاوہ وہ نہایت ایمان دار، پُرجوش اور محنتی آدمی ہیں۔ ان سے
کسی کو کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ بس شکایت صرف کمپنی
کے کام کے بارے میں ہوئی تھی اور اس کا احساس خود انھیں
بھی تھا، لیکن شاید یہ چیز ان کے بس میں نہیں تھی۔" یہاں تک
کہ کر الیاس رشدی خاموش ہوگیا۔

"ان کا کوئی دوست۔ یعنی قریبی دوست۔"

"میں نہیں جانتا۔ کمپنی میں تو وہ کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے
تھے۔ بس صبح ڈیوٹی پر آئے۔ اور شام کو چلے گئے۔ ان کے
ماتحت جو لوگ تھے۔ وہ شاید کچھ بتا سکیں۔"

"تب پھر آپ انہیں یہیں بلا لیں۔" انھوں نے جلدی سے
کہا۔

"اچھی بات ہے۔" الیاس رشدی نے کہا اور گھنٹی بجا دی۔ ملازم
کو چند نام بتائے کہ ان آدمیوں کو بُلا لائے۔

جلد ہی کمرے میں چار آدمی داخل ہوئے:

"بیٹھو بھئی۔ یہ انسپکٹر جمشید ہیں۔ ڈاکٹر صبوری صاحب کے
کیس پر کام کر رہے ہیں۔ ان کے بارے میں تم لوگوں سے
کچھ سوالات کریں گے۔" الیاس رشدی نے جلدی جلدی کہا۔

MALIK JI
8-Aug-14

"ضرور جناب۔ ہماری تو یہ عین خواہش ہے کہ وہ مل جائیں۔
اُف کتنے اچھے انسان ہیں۔" ایک نے کہا۔

"ان کے کسی قریبی دوست کا نام پتا بتا سکتے ہیں آپ
لوگ۔"

"انھوں نے کبھی اپنے کسی دوست کا نام نہیں بتایا۔ شاید
ان کا کوئی دوست ہوگا ہی نہیں۔" جواب ملا۔

"کبھی ان سے کمپنی میں کوئی ملنے بھی نہیں آیا؟"

"کوئی ملنے۔ والا۔" ان کے منہ سے نکلا۔ چند لمحے تک
سوچنے کے بعد ایک نے کہا:

"ایک روز ایک صاحب ضرور آئے تھے۔ لیکن افسوس۔ ہم نہ ان
کا نام جانتے ہیں، نہ پتا۔"

"حلیہ تو بتا ہی سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی حلیہ۔ بس اتنا یاد ہے۔ وہ چھوٹے سے قد کا آدمی تھا۔"

"ہوں۔ کوئی فائدہ نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"لیکن جناب! اس چھوٹے سے قد کے آدمی کی ایک خاص بات
مجھے یاد آگئی ہے۔ اس کے دائیں ہاتھ کی سات انگلیاں
تھیں۔"

"کیا!!!" اکرام اچھل پڑا۔

اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

MALIK JI
8-Aug-14

★

"ہاں جناب۔ یہ بات بالکل سچ ہے۔ جس دوا کے ذریعے یہ چھوٹے ہوئے ہیں۔ اس دوا میں بے ہوش کرنے والی کوئی خاصیت نہیں ہے، لیکن یہاں یہ پہلے بے ہوش ہوئے، پھر ڈاکٹر باقر بیگ صاحب کو بلایا گیا۔ انھوں نے جو انجکشن دیا۔ اس انجکشن کی دوا کے ذریعے یہ چھوٹے ہوئے ہیں۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا۔ تب پھر۔ سب کو پریشان کرنے کی کیا ضرورت ہے، ڈاکٹر باقر بیگ کو گرفتار کر لیں۔" ایک مہمان نے بلند آواز میں کہا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ کی نظریں اس پر جم گئیں، پھر فرزانہ نے سرسراتی آواز منہ سے نکالی:

"آپ کا نام جناب؟"

"شاجہ کھویا۔" اس نے منہ پھلا کر کہا اور جلدی جلدی سگریٹ کے کش لگانے لگا۔

"تو مسٹر شاجہ صاحب۔ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر بیگ صاحب کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیوں۔ کیوں نہیں کیا جا سکتا۔ وہ تو صاف مجرم ثابت ہو رہے ہیں۔" شاجہ نے کہا۔

"میاں عرفان کے بے ہوش ہونے پر نواب صاحب نے ڈاکٹر باقر بیگ کو فون کیا۔ فون سننے کے دوران ہی ڈاکٹر صاحب نے اپنے اسسٹنٹ کو انجکشن تیار کرنے کی ہدایت کر دی۔ اس وقت اسسٹنٹ کے پاس ایک شخص موجود تھا۔ سرنج بھر کر اسسٹنٹ بیگ لینے اندر گیا۔ تو اس نا معلوم آدمی نے سرنج سے سرنج بدل دی۔ دوسری سرنج میں بھی دوا اسی رنگ کی تھی، اس لیے اسسٹنٹ کو کوئی احساس نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر صاحب یہاں آئے تو انھوں نے انجکشن لگا دیا۔ ان حالات میں اصل مجرم وہ نا معلوم آدمی ہے۔ نہ کہ ڈاکٹر صاحب۔ لیکن یہاں۔ جس آدمی نے میاں عرفان کو بے ہوش کیا۔ اس کے بے ہوش کرنے کا مقصد صاف نظر آتا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ نواب صاحب فوراً ڈاکٹر بیگ کو بلائیں گے۔ اس لیے وہاں پہلے ہی اس کا آدمی موجود تھا۔ جو سرنج بدل دے۔ انھوں نے ہر کام کرتے وقت پہلے ہی طے کر رکھا تھا۔" محمود کہتا چلا گیا۔

"اُف مالک۔ یہ سب کیا ہے؟"

"لہٰذا صاف ظاہر ہے۔ کہ تمام مہمانوں میں سے ایک مہمان نے بے ہوش کرنے والی کوئی زہر پن کے ذریعے میاں عرفان کے

MALIK JI
8-Aug-14

جسم میں داخل کیا ہے۔ اگر ہم اس کو گرفتار کر لیتے ہیں تو گویا
میاں عرفان کے چھوٹا ہونے کا راز جان لیں گے۔ اور ایسا کرنا
بہت ضروری ہے، کیوں کہ نواب صاحب ہرگز یہ پسند نہیں کریں
گے کہ ان کے فرزند اتنے سے ہو کر رہ جائیں۔"

"ہوں! تم ٹھیک کہہ رہے ہو محمود۔ میرے تمام دوستوں کو
کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔" نواب فرقان نے کہا۔ ان کی
آواز مدھم تھی، مگر لہجے کی تیزی اُن کی بے چینی ظاہر کر رہی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ نہیں ہونا چاہیے۔" کئی آوازیں اُبھریں۔

"تب پھر، ہم باری باری سب سے ملاقات کریں گے۔ ہر
ایک سے چند سوالات کریں گے اور بس۔ اس کام میں ہو سکتا
ہے، ایک ڈیڑھ گھنٹا لگ جائے، لیکن کیا کیا جائے۔ مجبوری
ہے۔"

"تو پھر۔ شروع کریں۔"

وہ ایک الگ کمرے میں آکر بیٹھ گئے۔ نواب صاحب
کا ملازم شابو دروازے پر آکر کھڑا ہو گیا:

"مسٹر شابو۔ سب سے پہلے نواب فرقان کو بُلائیں۔"

"جی۔ کیا مطلب۔ کیا آپ ان سے بھی سوالات کریں گے؟" شابو
کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"سوالات تو آپ سے بھی کیے جائیں گے مسٹر شابو۔"

"جج۔ جی۔ کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے، مجرم نے بے ہوش کرنے والا کام آپ سے لیا ہو۔"
فارُوق مُسکرایا۔

"ارے باپ رے۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"آپ وقت ضائع نہ کریں۔ نواب صاحب کو بلائیں۔"

وُہ گیا اور انھیں لے آیا۔ ان کے چہرے پر بھی بہت
حیرت تھی:

"آخر آپ نے مجھے کیوں بُلایا ہے۔ کیا آپ کے خیال میں مَیں
نے خود اپنے بیٹے کے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے؟"

"ہاں! اس کا امکان ہے۔" فرزانہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا کہا۔ اس کا امکان ہے۔ وُہ کیسے؟"

"وضاحت میں وقت ضائع ہوگا۔ اگر آپ ہمارے سوالات کے
جوابات نہیں دینا چاہتے تو، ہم اس تفتیش کو یہیں روک دیتے
ہیں اور اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔" محمود نے ناخوش گوار لہجے میں
کہا۔

"نن۔ نہیں نہیں۔" وُہ گھبرا گئے۔

"تو پھر بتائیے۔ آپ نے تو میاں عرفان کو بے ہوش نہیں
کیا تھا؟"

"ہرگز نہیں۔" انھوں نے سختی سے کہا۔

MALIK JI
8-Aug-14

"آپ کا کوئی دشمن ہے ۔ خاص طور پر یہاں موجود دوستوں میں ؟" فرزانہ بولی۔

" بھلا کوئی اپنے دشمنوں کو بھی ایسی دعوتوں میں بلاتا ہے۔"

" ہوں ۔ تو آپ کو پورا یقین ہے ۔ میاں عرفان کو آپ نے بے ہوش نہیں کیا تھا؟ فاروق نے انھیں گھورا۔

" ہرگز نہیں۔ آپ عجیب باتیں کرتے ہیں:" انھوں نے بھی فاروق کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

" مجبوری ہے ۔ ہمیں ایسی عجیب باتیں کرنا پڑتی ہیں ۔ اب آپ شاجہ کھویا کو بھیج دیں۔ ویسے یہ نام ہماری سمجھ میں نہیں آیا:" فاروق نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

" شاجہ شاہ جہان کا بگڑا ہوا نام ہے۔ کھویا ان کی ذات ہے:" انھوں نے بتایا۔

" اوہ تب تو ٹھیک ہے۔ آپ انھیں بھیج دیں۔"

جلد ہی شاجہ کھویا اُن کے سامنے بیٹھا انھیں گھور رہا تھا ۔ آخر اس نے سانپ کی طرح پھنکار کر کہا :

" تو آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں:" اس نے سگریٹ سُلگا کر کہا ۔

" شک تو ہم سب پر کر رہے ہیں جناب ۔ صرف آپ پر نہیں۔"

" اچھا پوچھیے ۔ کیا پوچھنا ہے:"

" آپ کیا کام کرتے ہیں ؟"

" کپڑے کی ایک مل ہے میری:" اُس نے بتایا۔

" کپڑے کی مل کا نام اور اپنا پتا لکھوا دیں۔"

" جی بہتر ! لکھ لیں ۔ میری مل کا نام شاہین ٹیکسٹائل ملز ہے، ۹۰۵ جرمن روڈ پر رہتا ہوں۔"

" شکریہ ۔ آپ جا سکتے ہیں ۔ مسٹر شابو آپ کسی بھی مہمان کو لے آئیں:" محمود نے شاجہ کھویا کا نام پتا اور مل کا نام لکھتے ہوئے کہا ۔

" بہت بہتر جناب:" اس نے کہا اور چلا گیا۔

" میری سمجھ میں ایک بات آئی ہے ۔ کیوں نہ ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ جب میاں عرفان بے ہوش ہوئے تھے اُس وقت اُن کے آس پاس کون کون تھا ۔ اس طرح ہماری تفتیش کا دائرہ مختصر ہو سکتا ہے:" فرزانہ نے کہا ۔

" مہمانوں کو یہ تو معلوم تھا نہیں کہ میاں عرفان کو بے ہوش کیا جانے والا ہے ۔ ورنہ اس طرف توجہ رکھتے ۔ دوسرے یہ کہ ہم یہاں آئے بھی لیٹ ۔ اگر مہمانوں کی آمد سے پہلے ہی یہاں پہنچ گئے ہوتے تو بات اور تھی ۔ ہم یہ بات بھانپ

MALIKJI
8-Aug-14

لیتے کہ کوئی مہمان خاص طور پر میاں عرفان کے آس پاس منڈلا رہا ہے۔"

"اچھا خیر۔ اب یہ بور کام کرنا ہی ہوگا۔" محمود نے کندھے اُچکا دیے۔

اُسی وقت ایک لمبے قد کا بھاری بھر کم آدمی اندر داخل ہوا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر بھی ناگواری کے آثار تھے:

"آپ کا نام؟"

"فاخر داؤد۔" اس نے بتایا۔

"کیا کام کرتے ہیں؟"

"کاغذ کا تاجر ہوں۔ بیرونِ مُلک سے کاغذ منگواتا ہُوں۔ اپنے مُلک میں فروخت کرتا ہُوں۔ حکومت کی طرف سے مجھے کاغذ منگوانے کا پرمٹ ملا ہوا ہے۔"

"اوہ۔ کیا کہا۔ کاغذ کے ڈیلر ہیں آپ؟" فارُوق زور سے چونکا۔

"ہاں کیوں۔ آپ کو حیرت کیوں ہوئی اس بات پر؟" فاخر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کتابیں چھاپنے والے عام طور پر آپ لوگوں کی بہت شکایتیں لگاتے رہتے ہیں۔"

"آپ پبلشروں کی بات کر رہے ہیں نا۔"

"نہ صرف پبلشروں کی بلکہ مصنّفوں کی بھی۔"

"یہ دونوں طبقے عقل سے بالکل پیدل ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ ہمیں کتنے اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ اور اپنے مُلک میں پہنچنے پر کاغذ کیا بھاؤ پڑتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ آپ کا بیان ہی درست ہو۔ اچھا آپ نے تو میاں عرفان کو بے ہوش نہیں کیا تھا؟"

"مجھے کیا پڑی تھی۔ اسے بے ہوش کرنے کی۔"

"آپ کا پتا؟"

"نظام کالونی۔ کوٹھی نمبر ۱۱۰۰۔"

"آپ نواب فرقان صاحب کے کتنے پُرانے دوست ہیں؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"بس یُوں سمجھ لیں۔ بچپن کا دوست ہوں۔"

"شکریہ! آپ جا سکتے ہیں۔ شابو بھائی۔ اگلے مہمان کو لے آئیں۔"

"جی بہتر!" اُس کی آواز سُنائی دی۔

"یہ سوال بہت ضروری ہے۔ کہ نواب صاحب سے دوستی کتنی پُرانی ہے۔ یہ سوال ہم نواب صاحب سے بھی کریں گے کہ کیا یہ سب پُرانے دوست ہیں۔" محمود نے دبی آواز میں

MALIK JI
8-Aug-14

کہا۔

"ابھی تک ہم نے کوئی کام کی بات معلوم نہیں کی۔" فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"کام کی باتیں اس قدر آسانی سے معلوم نہیں ہو جایا کرتیں۔ بہت پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں۔"

اس مرتبہ آنے والے کا نام ذاکر شاہ تھا۔ یہ موٹے جسم کا سانولے رنگ والا آدمی تھا۔ اس نے بتایا، وہ ایک ہوٹل کا مالک ہے ہوٹل کا نام گل ریز ہوٹل ہے۔ اس سے بھی کوئی کام کی بات معلوم نہ ہو سکی۔

اِسی طرح وہ باری باری سب کے نام پتے کاروبار وغیرہ نوٹ کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ایک ایک کر کے تمام مہمان رُخصت ہو گئے۔ اب انھوں نے شابو کو بُلایا:

"مسٹر شابو۔ آپ یہاں کب سے مُلازم ہیں؟"

"قریباً ایک سال سے۔"

"آپ کو وہ زہریلی سوئی میاں عرفان کے جسم میں داخل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" فارُوق نے منہ بنا کر کہا۔

"م۔ میں۔ میں نے۔ نن۔ نہیں تو۔"

"ارے بھئی۔ جھوٹ تو نہ بولو۔ ہماری نظریں بہت تیز ہیں۔"

"کیا کہا۔" وہ دھک سے رہ گیا۔

"ساری بات صاف صاف بتا دو۔" محمود بولا۔

"م۔ میں کیا کرتا۔ مجھے پیسوں کی بہت ضرورت رہتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ دھک سے رہ گئے۔ عین اُسی وقت کمرے میں رکھے فون کی گھنٹی بج اُٹھی۔

گولیاں

اکرام کو اس قدر حیران دیکھ کر کمرے میں موجود سب لوگ بہت حیران ہوئے، لیکن انسپکٹر جمشید مُسکرا دیے اور بولے:

"بس۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اب ہم اپنا کام چلا لیں گے۔"

اُنھیں حیرت زدہ چھوڑ کر وہ وہاں سے نکل آئے اور سیدھے سرائے جانی پہنچے۔ ایک بوڑھی عورت انھیں دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی اور اُٹھ کر اُن کی طرف لپکی:

"آپ نے کیوں تکلیف کی۔ مجھے بُلا لیا ہوتا۔"

"اگر تمھیں بُلاتے تو پھر اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکتے۔"

"کک۔ کس کی گرد کو؟" بڑھیا ہکلائی۔

"تمھارے بیٹے کی بات کر رہے ہیں۔" اکرام نے منہ بنایا۔

"خیر تو ہے۔ اس نے کیا کیا ہے۔ وہ تو اب بہت شریفانہ زندگی گزارتا ہے۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"وہ اس وقت ہے کہاں؟"

"باہر ہی کہیں گیا ہوا ہے۔"

MALIK JI
8-Aug-14

"دیکھو بڑھیا۔ کالی مائی۔ ٹونی اگر شریفانہ زندگی گزار رہا ہے، تب تو تمھیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے۔ بس چند ایک سوالات کریں گے۔ اور اگر وہ جرائم کر رہا ہے۔ تو پھر تمھارے لیے ضرور پریشان ہونے کا وقت آ گیا ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔ وہ تو اب حلال روزی کماتا ہے۔" بڑھیا نے کہا۔

"بہت خوب۔ کیا کام کر رہا ہے؟" اکرام نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"پان سگریٹ کی ایک دکان چلاتا ہے۔ چوڑے چوک میں۔"

"اوہو۔ تب وہ واقعی شریف ہو گیا ہے۔ تو اس وقت وہ اپنی دکان پر ہو گا؟"

"نہیں۔ دکان پر زیادہ نہیں بیٹھتا۔ دو ملازم رکھے ہوتے ہیں۔"

"خیر۔ جوں ہی وہ آئے۔ اس سے کہنا۔ مجھے فون کر لے۔"

"بہت بہتر۔ ضرور۔ کیوں نہیں۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

وہ جانے کے لیے مڑے، پھر انسپکٹر جمشید رُک گئے اور بولے:

"اکرام۔ ایک بات اس سے میں بھی کر لوں۔"

"جی ضرور۔ کیوں نہیں۔"

"میرا دعویٰ ہے کہ ٹونی اس وقت سرائے میں ہی موجود ہے۔"

"کیا!!!" اکرام اور کالی مائی کے مُنہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"بلکہ وُہ تو کاؤنٹر کے نیچے، بڑھیا کے پیچھے مَوجُود ہے۔"

"ارے!" اکرام کے منہ سے نکلا۔ بڑھیا کا رنگ اڑ گیا۔

انسپکٹر جمشید تیزی سے آگے بڑھے اور نیچے دبکے ہوئے آدمی کو بالوں کو پکڑ کر اُوپر اُٹھا لیا۔

اس کے چہرے پر خوف پھیل گیا:

"اگر یہ شریف ہو گیا ہے تو پھر چھپنے کی کیا ضرورت تھی۔" اکرام نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"آ۔ آپ سے بہت ڈرتا ہے۔"

"ہم الگ کمرے میں بیٹھ کر بات کریں گے۔ خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ ٹونی انہیں کمرہ نمبر ۳ میں لے جاؤ۔"

"نہیں۔ کمرہ نمبر تین میں نہیں۔ آفس میں۔" اکرام نے کہا۔

"چلیے آفس میں چلے جائیں۔"

"اور دیکھو بڑھیا۔ کوئی چال چلنے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ انجام بہت بھیانک ہو گا۔" اکرام غرّایا۔

MALIK JI
8-Aug-14

"ج۔ جانتی ہُوں۔" اُس نے منہ بنا کر کہا۔

وُہ سرائے کے دفتر میں آ کر بیٹھ گئے۔ ٹونی کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دُوسرا جا رہا تھا۔

"ڈاکٹر صبوری کہاں ہیں؟" اکرام نے سخت آواز منہ سے نکالی۔

"ج۔ جی۔ کیا مطلب؟"

"میں نے پوچھا ہے۔ ڈاکٹر صبوری کہاں ہیں؟"

"میں کسی ڈاکٹر صبوری کو نہیں جانتا۔"

"اچھا۔ تو یہ بات ہے۔ بچّو! تم اس طرح بچ نہیں سکو گے، صاف صاف بات کرو۔ ڈاکٹر صبوری کہاں ہیں، ورنہ بھیجا توڑ دوں گا۔"

اُسی وقت دروازے پر آہٹ ہوئی۔ انھوں نے فوراً مُڑ کر دیکھا۔ وہاں ایک سیاہ فام ہٹا کٹا آدمی کھڑا انھیں خون خوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ دونوں کو مُڑتے دیکھ کر بولا:

"تو یہ ہیں وُہ۔ جو میرے بیٹے کو تنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"تمہارا بیٹا۔ یہ ٹونی تمہارا بیٹا ہے۔ میں نے تو سُنا تھا۔ اس کا باپ مر چکا ہے۔" اکرام نے حیران ہو کر پُوچھا۔

"ہاں! مر گیا تھا۔ اب میں نے یاٹا سے شادی کر لی ہے۔ اس طرح یہ اس کا بیٹا ہو گیا۔" بڑھیا نے دانت نکال دیے،

اب وہ ذرا بھی خوف زدہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

اُسی وقت سیاہ فام اندر آ گیا۔ اس کے تیور خطرناک تھے۔

"تمہارا ارادہ لڑنے بھڑنے کا تو نہیں؟" اکرام بولا۔

"ہاں! باکسر ہونے کا کیا فائدہ۔ اگر میں نے تمہاری کھوپڑیاں نہ توڑیں۔"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ یہ تو ڈاکٹر صبوری کے بارے میں پوچھنے آئے ہیں۔ اور صاف ظاہر ہے، ہمیں ان کا کیا پتا، ان سے ہمارا کیا تعلق۔" ٹونی نے جلدی جلدی کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم انہیں جواب دے چکے ہو۔ اب اگر یہ یہاں سے رخصت ہو جائیں تو میں بھی ان سے جھگڑا نہیں کروں گا، لیکن اگر انھوں نے تمہیں ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی تو پھر میرا مُکا ہو گا اور ان کے جبڑے۔" اس نے مُکا ہلایا۔

"بہت مان ہے اپنے مُکے پر۔" اکرام نے منہ بنایا۔

"اپنے مُلک کا چیمپئن تھا میں باکسنگ میں۔"

"اچھا۔ کمال ہے۔ لیکن بھئی۔ ہمیں باکسنگ نہیں آتی۔ ہم ذرا دوسری قسم کی لڑائی لڑنا جانتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"تم کسی طرح لڑنا۔ مجھے اس سے غرض نہیں۔" اس نے

MALIK JI
8-Aug-14

کندھے اُچکائے۔

"ہم نے ٹونی سے ڈاکٹر صبوری کے بارے میں پوچھا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ ٹونی کا کہنا ہے کہ یہ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اب ہمارا اس سے سوال ہے۔ کیا یہ زندگی میں کبھی ڈاکٹر صبوری سے نہیں ملا؟"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔ میں تو جانتا ہی نہیں۔ ڈاکٹر صبوری کون ہے۔" ٹونی نے کہا۔

"تم جامِ صحت کمپنی کوٹا روڈ گئے تھے؟" اکرام نے مُسکرا کر پوچھا۔

"ج ج۔ جامِ صحت کمپنی۔ کوٹا روڈ۔" ٹونی نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"ہاں! ڈاکٹر صبوری ان دنوں وہاں ملازم تھے۔"

"اوہ۔ آپ تو بہت دنوں پہلے کی بات کر رہے ہیں۔ مجھے تو یاد ہی نہیں رہی تھی یہ بات۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"چلو شکر کرو۔ اب تو یاد آ گئی۔ ہاں۔ اب کیا کہتے ہو؟"

"واقعی۔ میں ان سے ملا تھا۔"

"اور یہ مُلاقات کس سلسلے میں ہوئی تھی؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کس سلسلے میں ہوئی تھی۔ اب یاد نہیں۔ آ رہا۔"

"بھئی ذہن پر زور دو۔ ورنہ پھر ہم تمہیں پولیس اسٹیشن لے جائیں گے اور وہاں تمہاری یادداشت تازہ کریں گے۔"

"ہرگز نہیں ۔ تم اسے نہیں لے جا سکو گے۔" یاٹا نے سرد آواز میں کہا۔

"مسٹر یاٹا ۔ ہمارے ملک میں ایک قانون ہے ، لیکن تم ہر بات قانون کے دائرے سے باہر کر رہے ہو ۔ یہ تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"پتا نہیں ۔ تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا یا میرے حق میں ۔ تم ٹونی کو ہاتھ لگا کر دیکھو۔"

"اب تو ہم ہاتھ لگا کر رہیں گے ۔ تمہیں حسرت نہ رہ جائے۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

"بہت خوب ۔ یہی تو میں چاہتا ہوں۔" یاٹا ہنسا۔

"پہلے ہم اپنے سوال تو پوچھ لیں ۔ ہاں ٹونی ۔ ملاقات کس سلسلے میں ہوئی تھی؟"

"بالکل یاد نہیں آ رہا۔"

"تو پھر ہمارے ساتھ چلو ۔ یاد آ جائے گا۔"

"ہرگز نہیں۔" یہ کہ کر یاٹا ان کے اور ٹونی کے درمیان میں آ گیا۔

"کیا میں دروازہ بند کر دوں یاٹا۔" بڑھیا نے خوش ہو کر کہا۔

"جب یہ دونوں آئے تھے ۔ ان کے ساتھ کوئی اور تو نہیں

MALIK JI
8-Aug-14

تھا۔"

"نہیں ۔ کار سے دونوں ہی اترے تھے ۔ اور یہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس میں کوئی اور نہیں ہے۔"

"گویا ان کی یہاں آمد کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں۔"

"خیال تو یہی ہے ۔ اگر کوئی تلاش کرتا ہوا یہاں تک آ گیا تو کہ دیں گے ۔ آئے ضرور تھے ۔ واپس جا چکے ہیں ۔ کار کسی دوسری طرف چھوڑ دوں گا۔" یاٹا نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہو ۔ تو ۔ کیا تم لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ہمیں موت کے گھاٹ اتار دو گے۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی ۔

"یہ میرے لیے کیا مشکل کام ہے۔" سیاہ فام نے ہنس کر کہا۔

"تب پھر پہلے یہی کر لیا جائے۔"

یہ کہ کر انسپکٹر جمشید اور اکرام اٹھ کھڑے ہوئے ۔ کمرہ کافی بڑا تھا اور اس میں لڑائی بھڑائی کا کام ہو سکتا تھا ۔ ٹونی اور کالی مائی دیوار سے جا لگے ۔ یاٹا ان کے مقابلے میں کھڑا رہ گیا ۔

اور پھر یاٹا نے باکسروں کے انداز میں اچھل کر

MALIK JI
8-Aug-14

ان پر مکے برسانا شروع کر دیے۔ وہ دائیں بائیں اُچھل کر
اس کے وار بچانے لگے۔ فوراً ہی انھوں نے جان لیا کہ
وہ حد درجے پھرتیلا ہے۔ لیکن اب اس کا یہ مطلب بھی
نہیں تھا کہ انسپکٹر جمشید یا اکرام اس کے کوئی ہاتھ رسید ہی
نہ کر سکتے۔ انسپکٹر جمشید نے جوں ہی اسے جھکائی دی۔ خود
ہی پلٹ کر اس کی کمر پر ایک دوہتڑ رسید کر دیا۔ وہ
اوندھے منہ دھپ سے گرا۔ اور ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے
اس کی کمر پر چھلانگ لگا دی۔ وہ بھینسے کی طرح ڈکرایا۔
کمر کے اوپر ہی وہ اچھلے اور پھر اس کی کمر پر گرے۔
اس نے خود کو بچانے کے لیے پلٹنی کھائی۔ لیکن وہ نیچے
پھر بھی نہ گرے۔ بلکہ اس کے سینے پر آئے۔ وہ پھر چلایا۔
انھوں نے پھر چھلانگ لگائی۔ دونوں پیر پورے زور سے
سینے پر لگے۔

اور وہ ساکت ہو گیا۔

"بہت بلند دعوے کر رہے تھے بھئی تم تو۔" اکرام ہنس
کر بولا۔

یاٹا نے کوئی جواب نہ دیا۔ خونی نظروں سے انھیں
دیکھتا رہا۔

"اکرام۔ اپنے ماتحتوں کو فون کر دو۔ اب تو انھیں ساتھ

ہی لے جانا پڑے گا۔"

ٹونی اور کالی مائی کے چہروں پر خوف دوڑ گیا۔ اکرام فون
کرنے لگا۔ اس کے ریسیور رکھنے پر انسپکٹر جمشید بولے:
"ہاں تو مسٹر ٹونی۔ تم نے جامِ صحت کمپنی میں جا کر ڈاکٹر
صبوری سے ملاقات کس سلسلے میں کی تھی۔ یہ بات تمھیں بتانا
ہی ہو گی۔ یہاں بتاؤ گے۔ یا پھر کمرۂ امتحان میں چل کر
بتاؤ گے۔"

"یہ۔ یہ بات آپ نے پہلے کب پوچھی تھی۔" ٹونی نے
حیران ہو کر کہا۔

"چلو پہلے یہ بات بتا دو۔ دوسری بات یعنی ڈاکٹر صبوری
کہاں ہیں۔ ہم اس کے بعد پوچھ لیں گے۔"

"میں نہیں جانتا۔ وہ کہاں ہیں۔"

"دوسرے سوال کا جواب کیا ہے؟"

"ایک دوا بنانے کے سلسلے میں مجھے ان سے مشورہ
لینا تھا۔"

"اوّل تو تم ڈاکٹر نہیں ہو۔ دوسرے اگر تمھیں دوا بنانا بھی
تھی۔ تو ڈاکٹر صبوری کا ہی خیال کیوں آیا؟" انسپکٹر جمشید نے ٹونی
سے پوچھا۔

"میں نے کسی آدمی سے ان کی بہت تعریف سنی تھی، لیکن

میں اس آدمی کا نام بھول گیا ہوں۔" اس نے کہا۔

"گویا تم کمرۂ امتحان میں ہی جاؤ گے۔" انسپکٹر جمشید فیصلہ کن لہجے میں بولے۔

"میں نے بالکل سچ بتا دیا ہے۔"

"خیر۔ دیکھتے ہیں۔"

آخر اکرام کے ماتحت آگئے۔ ان تینوں کو انھوں نے جیپ میں بٹھایا۔ اور پولیس اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کی جیپ کے پیچھے انسپکٹر جمشید کی جیپ تھی۔ انسپکٹر جمشید نے اکرام سے کہا:

"کیا خیال ہے اکرام؟"

"جھوٹ بول رہا ہے۔"

"بالکل۔ اگر کوئی بات نہ ہوتی تو وہ پہلے ہی بتا دیتا کہ ڈاکٹر صبوری کو جانتا تو ہوں، لیکن ان کے اغوا سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔" انھوں نے کہا، پھر تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بولے:

"ویسے ان تینوں کا گٹھ جوڑ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ ضرور کوئی گڑبڑ کرتے ہیں۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ کمرۂ امتحان سے انھیں فارغ کر کے آزاد کر دوں۔ اور

MALIK JI
8-Aug-14

پھر نگرانی کراؤں۔"

"ترکیب شان دار۔"

اکرام کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ بیک وقت بہت سی گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی تھی۔

MALIK JI
8-Aug-14

ایک کروڑ

محمود نے جلدی سے فون کا ریسیور اُٹھا لیا اور بولا:

"السلامُ علیکم۔آپ کس سے بات کریں گے؟"

"نواب فرقان سے۔" دُوسری طرف سے ایک عجیب بھاری بھر کم آواز سُنائی دی۔ محمود نے فوراً ہی محسوس کر لیا کہ بولنے والا آواز کو بدل کر بول رہا ہے۔گویا اسے خوف تھا کہ کہیں آواز پہچان نہ لی جائے:

"مسٹر شابو۔ پہلے ذرا نواب صاحب کو بلا لاؤ۔۔ ان کا فون ہے۔"

"جی بہتر!" اس نے کہا اور جلدی سے باہر نکل گیا۔

"کہیں یہ فرار نہ ہو جائے۔" فرزانہ چونکی۔

"اسی لیے تو اسے بھیجا ہے۔فارُوق تم اس کے پیچھے جاؤ۔" محمود نے کہا۔

"اگرچہ میں تمھارا ماتحت نہیں ہُوں، لیکن حالات کی نزاکت

کو محسوس کرتے ہوئے جا رہا ہوں"۔اس نے منہ بنا کر کہا اور باہر کی طرف لپکا۔

"چلو شکر ہے۔تمھیں حالات کی نزاکت کا احساس تو ہوا۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

اُسی وقت فون میں نواب فرقان کی آواز سُنائی دی۔ غالباً کوٹھی میں دُوسرا سیٹ بھی موجود تھا اور نواب صاحب نے گھنٹی کی آواز سُن لی تھی:

"ہیلو۔کون صاحب ہیں؟" وُہ بولے۔

"اپنا نام نہیں بتا سکتا۔آپ پر ایک عدد احسان کرنا چاہتا ہُوں۔"

"کک۔کیا مطلب۔احسان۔" نواب صاحب چونکے۔محمود کے کان کھڑے ہو گئے۔

"ہاں احسان۔آپ کے بیٹے میاں عرفان کا کیا حال ہے؟"

"وُہ چھے انچ کا ہو گیا ہے۔کیا ایسا تم نے کیا ہے؟" نواب صاحب بولے۔

"آپ ٹھیک سمجھے۔کیا آپ چاہتے ہیں۔وُہ اصلی حالت پر آ جائے۔"

"میں اور ایسا نہیں چاہوں گا۔" نواب صاحب نے بھنا کر کہا۔

"تو پھر سُن لیں، یہ ذرا بھی مُشکل نہیں ہے۔بس میاں عرفان

MALIK JI
8-Aug-14

کو ایک اور انجکشن دینا پڑے گا اور وہ انجکشن میرے پاس تیار ہے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ آپ تو واقعی بہت اچھے۔ بہت نیک آدمی ہیں۔"

"خیر۔ میں اتنا بھی نیک نہیں۔ اگر اتنا نیک ہوتا تو میاں عرفان کو چھے انچ کا کیوں بناتا۔"

"اوہ۔ تب پھر۔"

"آپ کو اس انجکشن کی قیمت ادا کرنا ہو گی۔"

"اوہ۔ اب۔ میں سمجھا۔" نواب صاحب چونک اُٹھے۔

"چلیے اچھا ہے۔ سمجھ گئے آپ۔ اس انجکشن کی قیمت ایک لاکھ روپے ہے۔"

"م۔ مجھے منظور ہے۔ مَیں ایک لاکھ ادا کرنے کے لیے اسی وقت تیار ہوں۔" نواب صاحب نے فوراً کہا۔

"مجھے اندازہ تھا کہ آپ یہی کہیں گے۔ بہت دولت مند ہیں نا۔ لیکن مَیں تو صرف آپ کو آزما رہا تھا۔"

"کیا مطلب؟" نواب صاحب نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"اس انجکشن کی قیمت ایک لاکھ نہیں۔ ایک کروڑ روپے ہے۔"

"یہ۔ یہ آپ نے کیا کہا۔" نواب فرقان دھک سے رہ گئے۔

"کیوں۔ کیا میں نے بہت زیادہ قیمت بتا دی؟"

"ہاں! ایک کروڑ تو بہت زیادہ ہیں۔"

"تب پھر بیٹے کو چھے انچ کا ہی رہنے دیں۔ کسی دن آندھی آئی تو اڑ کر کہیں کا کہیں پہنچ جائے گا۔ بلکہ کسی چیز سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا۔"

"ن۔ نہیں۔ نہیں۔" وہ چلائے۔

"ایک کروڑ آپ کے لیے کوئی بڑی رقم نہیں ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"چھوٹی بھی نہیں ہے۔"

"لیکن معاملہ بیٹے کا ہے۔ اور آپ کا ایک ہی تو بیٹا ہے۔"

"م۔ میں سوچ لوں۔ مشورہ کر لوں۔" نواب صاحب نے ہکلا کر کہا۔

"ضرور کیوں نہیں۔ مَیں آدھ گھنٹے بعد پھر فون کروں گا۔ لیکن خبردار میرا فون نمبر معلوم کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ منہ کی کھانا پڑے گی۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" انھوں نے کہا اور دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ محمود فوراً بولا:

"آپ نے اچھا کیا۔ مہلت مانگ لی۔ اب جب وہ فون کرے گا تو ہمیں اس کا نمبر معلوم ہو جائے گا۔ اور ہم اس کا

MALIK JI
8-Aug-14

سُراغ لگا لیں گے۔"

"مل۔ لیکن ہو سکتا ہے۔ اس طرح میں وہ انجکشن کبھی حاصل نہ کر سکوں۔" انھوں نے گھبرا کر کہا۔

"فکر مند نہ ہوں۔ پہلے آپ انجکشن اس سے لیں گے۔ اس کے بعد ہم اپنا کام شروع کریں گے۔ ایک کروڑ جو آپ ادا کریں گے۔ وہ بھی واپس مل جائے گا۔"

"اوہ۔ بہت خوب۔" انھوں نے خوش ہو کر کہا۔

"ارے۔ یہ فارُوق اب تک لوٹ کر نہیں آیا۔ اور نہ شابو کیا شابو آپ تک پہنچا تھا؟"

"شابو۔ نہیں تو۔ میں تو فون کی گھنٹی سُن کر خود اس طرف آ گیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے۔ وُہ نکل گیا۔" محمود بڑبڑایا۔

"کیا مطلب؟" نواب صاحب چونکے۔

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میاں عرفان کو زہریلی سوئی کے ذریعے شابو نے بے ہوش کیا تھا۔"

"کیا۔ نہیں۔" وُہ دھک سے رہ گئے۔

"وُہ ہمارے سامنے اقرار کر چکا ہے۔ ساتھ ہی اس نے بتایا ہے کہ اسے پیسوں کی ضرُورت رہتی ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ اسے پیسوں کی کیا ضرُورت رہتی ہے؟"

"ن۔ نہیں۔ مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔ نہ اُس نے کبھی ذکر کیا۔"

"کسی نے پیسوں کا لالچ دے کر اس سے یہ کام لیا ہے۔"

"اوہ۔ وُہ۔ وُہ کہاں ہے؟" نواب صاحب تلملا کر بولے۔

"جب فون کی گھنٹی بجی تو ہم نے اس سے کہا کہ جا کر آپ کو بُلا لائے۔ وُہ فوراً کمرے سے نکل گیا۔"

"یہ آپ نے کیا کیا۔ وُہ تو نکل بھاگا ہوگا۔"

"ہاں! ہم بھی یہی چاہتے تھے کہ وُہ نکل بھاگے۔" محمود نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"فارُوق اس کے تعاقب میں گیا ہے۔ معلوم تو ہو۔ وُہ بھاگ کر جاتا کہاں ہے۔ دُوسرے یہ کہ اس نے فرار ہو کر خود کو مُجرم ثابت کر دیا ہے۔"

"اوہ۔ لیکن اب۔ آدھ گھنٹے بعد اس کا فون پھر آئے گا۔ میں کیا جواب دوں۔"

"ہم ابھی آپس میں مشورہ کر کے آپ کو بتاتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھی بات ہے۔" نواب صاحب نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"فارُوق تو یہاں ہے نہیں۔ رہ گئے ہم دونوں، خان رحمان

MALIK JI
8-Aug-14

اور پروفیسر انکل ۔ کیا ہم آپس میں مشورہ کریں؟" محمود نے سوالیہ نظروں سے انھیں دیکھا۔

"اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ تم ابّا جان کو فون کرو۔ انھیں حالات مختصر طور پر بتا کر مشورہ لے لو۔" فرزانہ بولی۔

"فون کہاں کروں۔ پتا نہیں کہاں ہوں گے۔"

"شاید امّی جان کو معلوم ہو۔"

محمود نے گھر فون کیا، لیکن بیگم جمشید کو ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ اب انھوں نے دفتر فون کیا۔ وہاں سے پتا چلا کہ اکرام کو ساتھ لے کر کہیں گئے ہیں۔ کہاں گئے ہیں۔ یہ کسی کو معلوم نہیں۔

"اب کیا کریں؟" محمود بولا۔

"اب مجبوری ہے۔ ہم آپس میں ہی مشورہ کر لیتے ہیں۔"

تین منٹ تک گفت گو کرنے کے بعد آخر وہ ایک فیصلے پر پہنچ گئے۔ اسی وقت نواب صاحب بھی وہاں آ گئے۔

"کوئی مشورہ ہوا یا نہیں؟"

"ہاں جناب۔ ہم خفیہ طور پر اس کا نمبر معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ اس سے کہیں کہ شرط منظور ہے۔ رقم کس طرح ادا کی جائے۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"اچھی بات ہے۔"

اب محمود نے ٹیلی فون ایکس چینج سے رابطہ قائم کیا۔ اپنا تعارف کرانے کے بعد اس نے نواب فرقان کا نمبر نوٹ کرایا اور کہا:

"قریباً بیس منٹ بعد اس نمبر پر ایک فون کیا جائے گا۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کس نمبر سے بات کر رہا ہے۔"

"بہت بہتر۔ جب آپ کی بات چیت شروع ہو جائے تو ایک نمبر ڈائل کر دیجیے گا۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا۔

ٹھیک آدھ گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ نواب فرقان نے دوسرے سیٹ کا ریسیور اٹھایا، ادھر سے محمود نے ریسیور اٹھایا۔ فوراً ہی وہی بھاری بھر کم آواز سنائی دی:

"ہاں نواب صاحب۔ کیا فیصلہ کیا ہے؟"

محمود نے فوراً ایک نمبر گھما دیا۔

"یہ۔ یہ آواز کیسی تھی؟" دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

"کون سی آواز۔" نواب صاحب نے فوراً کہا۔

"خیر۔ چھوڑیں۔ فیصلہ سنائیں۔"

"میں ایک کروڑ روپے ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"واہ! یہ ہوئی نا بات۔ آدھ گھنٹے تک ایک کروڑ روپے کے ہزار، ہزار روپے والے نوٹ بنک سے کیش کروا کے رکھ لیں۔ رقم

MALIK JI
8-Aug-14

کسی نہ کسی طرح وصول کر لی جائے گی - اور ساتھ ہی انجکشن آپ
کو مل جائے گا۔"

"تو آپ اس وقت یہ نہیں بتائیں گے کہ رقم آپ تک کس
طرح پہنچانی ہے۔"

"نہیں - اچانک آپ کو بتایا جائے گا۔" دوسری طرف سے کہا
گیا اور ریسیور رکھ دیا گیا -

اسی وقت گھنٹی بج اٹھی - ایکس چینج سے انہیں بتایا گیا :

"فون نمبر ۹۰۰۰۲۱ ہے - یہ شمالی علاقے کا ایک پبلک فون
بوتھ ہے۔"

"اوہ!" محمود کے منہ سے نکلا ، پھر اس نے یہ بات باقی
لوگوں کو بھی بتائی -

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عقل سے پیدل نہیں ہے۔"

"عقل سے پیدل لوگ ایسے منصوبے نہیں سوچا کرتے۔"
فرزانہ بولی -

"لیکن ہم فاروق کا کیا کریں۔" محمود بے چین ہو کر بولا -

"فاروق کا - ارے ہاں فاروق - اور نہ ابا جان کا کوئی پتا
ہے۔"

"انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں - ہمیں تو یہاں رہنا ہو
گا - نہ جانے کس وقت وہ رقم طلب کر لے اور کس طرح

کرے۔"

"واقعی - یہ بہت الجھن والی بات ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی -

"میں پہلے بنک مینجر سے تو بات کر لوں۔" نواب صاحب
بولے -

"اوہ ہاں - واقعی۔"

ایک گھنٹے بعد ایک کروڑ کی رقم ایک بیگ میں اُن کے
پاس تیار رکھی تھی اور اب انہیں انتظار تھا مجرم کے فون
کا - ایسے میں دروازے پر دستک ہوئی - وہ سب کے
سب دروازے کی طرف دوڑے - دروازہ کھولا گیا - وہاں
ایک پھٹے پرانے کپڑوں والا آدمی کھڑا تھا - اس کے ہاتھ میں
ایک خط تھا - اس نے کچھ کہے بغیر ان کی طرف بڑھا دیا -
محمود نے بے تابانہ انداز میں خط کھولا - لکھا تھا :

"ایک کروڑ روپے اسے دے دیں - یہ چند منٹ
بعد انجکشن لا کر دے دے گا - اگر اس کا تعاقب
کیا گیا تو انجکشن نہیں مل سکے گا ، کیوں کہ اسے
نہیں معلوم - رقم کہاں پہنچائی جائے گی - اسے
ہدایت ہے کہ سڑک کے کنارے چلتا رہے - جب
ہمارا اطمینان ہو جائے گا کہ کوئی اس کا تعاقب
نہیں کر رہا تو انجکشن اسے دے کر واپس بھیج دیا

MALIK JI
8-Aug-14

جائے گا۔"

الفاظ پڑھ کر اُنھوں نے ایک دُوسرے کی طرف دیکھا۔

"مجبوری ہے۔ ہدایات پر عمل کرنا پڑے گا۔ ورنہ وُہ اس سے رقم حاصل نہیں کرے گا اور ہمیں انجکشن نہیں ملے گا۔"

"گویا میرے ایک کروڑ روپے ڈوب گئے۔" نواب صاحب نے کانپ کر کہا۔

"ایسی بات نہیں۔ مجرم قانون سے بچ نہیں سکتا۔ آپ فکر نہ کریں۔"

نوٹوں کا بیگ اُسی خستہ حال شخص کے حوالے کر دیا گیا، وُہ بیگ لے کر مُڑ گیا۔ سب بے بسی کے عالم میں اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔

"وُہ۔ وُہ بہت چالاک ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ چالاک سے چالاک آدمی مار کھاتا ہے۔" محمود بولا۔

وُہ دروازے پر ہی کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ پندرہ منٹ بعد خستہ حال شخص پھر آتا نظر آیا۔ دروازے پر رک کر اس نے لفافے میں بند ایک انجکشن ان کی طرف بڑھا دیا۔ اور واپس مُڑنے لگا:

"ٹھہرو بھئی۔" محمود بولا۔

وُہ رُک گیا۔

"آپ نے وُہ بیگ کس کو دیا؟"

"اُسی کو۔ جس نے مجھے وُہ لفافہ دیا۔" وُہ بولا۔

"آپ کو وُہ کہاں ملا تھا؟"

"سڑک پر ہی۔"

"اور اس نے اس کام کے آپ کو کتنے روپے دیئے؟"

"دو سو روپے۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ جائیں۔" محمود نے کہا۔

پھر جب وُہ کچھ آگے بڑھ گیا تو محمود نے دبی آواز میں کہا:

"میرا خیال ہے۔ مجھے اس کا تعاقب کر کے دیکھ لینا چاہیے۔"

"ضرور کیوں نہیں، لیکن ایسا نہ ہو۔ فاروق کی طرح تم بھی لوٹ کر نہ آؤ۔"

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

وُہ دروازہ بند کر کے اندر آ بیٹھے:

"مجرم نے ابھی تک ہمیں شکستِ فاش دی ہے۔ یعنی ہم کوئی معمولی سی کامیابی بھی حاصل نہیں کر سکے۔" فرزانہ بڑبڑاتی۔

"پہلے ہم یہ انجکشن تو لگا لیں۔ انجکشن خود لگانا چاہیے یا

ڈاکٹر کو بلا لیں؟

"ڈاکٹر کو بلانا بہتر رہے گا۔" فرزانہ نے کہا۔

نواب فرقان نے ڈاکٹر باقر کو پھر فون کیا۔ جلد ہی ڈاکٹر صاحب وہاں پہنچ گئے۔

لفافے میں سے انجکشن نکالا۔ ڈاکٹر صاحب اسے الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے۔ اس پر کچھ بھی نہیں لکھا ہوا تھا۔ بس ایک ننھی سی شیشی میں سرخ رنگ کا سیال بھرا ہوا تھا:

"اب پتا نہیں۔ یہ رگ میں لگایا جائے گا یا پٹھے میں؟"

"اگر اس سے کوئی فرق پڑتا تو ضرور وضاحت ہوتی۔ لہٰذا آپ بسم اللہ کر کے بازو میں لگا دیں۔ اس قسم کے معاملات میں مجرم لوگ پیچیدگی پسند نہیں کرتے۔ ایسا کام کریں گے کہ انجکشن ہر کوئی خود لگا لے۔"

"اچھی بات ہے۔"

انھوں نے میاں عرفان کے بازو میں انجکشن لگا دیا۔ انجکشن بھی بہت باریک سوئی والا استعمال کیا گیا۔ اور اسے پہلے ہی بتا دیا گیا۔ وہ اپنے ننھے ہونٹ بھینچے بیٹھا رہا۔

صرف ایک منٹ بعد میاں عرفان کا قد بڑھنے لگا۔ وہ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھتے رہے۔ پھر

[illegible] فرزانہ کو کیمرہ یاد آ گیا۔ اس نے دوڑ کر کیمرہ اٹھایا اور میاں عرفان کے بڑے ہونے کی تصاویر لینا شروع کر دیں۔

اچانک دروازے کی گھنٹی بجی۔ خان رحمان تیزی سے اس کی طرف لپکے۔

MALIK JI
8-Aug-14

MALIK JI
8-Aug-14

وہ نیچے اُتر آئے۔ اگلی کار ہول ناک منظر پیش کر رہی تھی۔ گولیاں شیشے توڑتی ہوئی ان تینوں کے جسموں میں جا گھسی تھیں۔ ان میں سے ایک میں بھی زندگی کے آثار نہیں تھے۔

گزرنے والی ایک کار میں لفٹ لے کر اکرام ایک فون بوتھ تک پہنچا۔ پولیس کو حادثے کی اطلاع دی اور پھر پولیس کے آنے کے بعد وہ وہاں سے واپس لوٹے۔

"لے دے کے ہمارے پاس ایک سرائے بچ گئی ہے — لگے ہاتھوں اس کی تلاشی بھی لے لیں۔ شاید کوئی کام کی چیز مل جائے۔" انسپکٹر جمشید نے ڈھیلی آواز میں کہا۔

"یس سر۔" اکرام بولا۔ وہ بھی چپ چاپ تھا۔

وہ پھر سرائے میں داخل ہوئے۔ ملازموں نے ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا جیسے کہ رہے ہوں۔ باقی لوگ کہاں ہیں؛

"ٹونی، کالی مائی اور یاٹا — تینوں کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے — ہماری کار کو بھی نقصان پہنچا۔" انسپکٹر جمشید نے انھیں بتایا۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ٹونی کے بعد۔ اس سرائے کا مالک کون ہوگا؟"

"بچ — جی کوئی بھی نہیں۔ کالی مائی کا بس ایک ہی لڑکا تھا۔"

خفیہ جگہ

تمام کی تمام گولیاں اگلی کار پر لگی تھیں۔ ان کی کار کو تو نشانہ بنایا ہی نہیں گیا تھا — اور یہ کارروائی پیچھے سے آنے والی ایک کار کی تھی۔ اکرام کو بھی پورے بریک لگانا پڑے، لیکن اس کے باوجود ان کی کار کا اگلا حصّہ اگلی کار سے بہت زور سے ٹکرایا۔ انھیں ایک زبردست دھکا لگا — گاڑی کا انجن بند ہو گیا؛

"انجن سٹارٹ کر کے گاڑی پیچھے لے چلو اور پھر آگے نکال لے جاؤ۔" انسپکٹر جمشید چلّائے۔

اکرام نے گاڑی سٹارٹ کرنے کی سر توڑ کوشش کی، لیکن وہ سٹارٹ نہ ہو سکی —

"اوہ اکرام — یہ بہت بُرا ہوا۔ قاتل صاف بچ کر نکل گئے۔"

"سوری سر — شاید انجن کو بھی نقصان پہنچا ہے۔"

"ہوں خیر — آؤ انھیں دیکھیں۔"

"ہم سرائے کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔ تم سب ایک طرف ہو جاؤ۔ تم لوگوں کا حساب کتاب کر کے فارغ کر دیا جائے گا، بلکہ دو دو ماہ کی تنخواہ زائد بھی دے دی جائے گی۔ سرائے کی کچھ چیزیں بھی تم لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں گی۔"

"بہت بہت شکریہ!" وہ خوش ہو گئے۔

اب انھوں نے تلاشی شروع کی۔ ٹونی کے کمرے میں انھیں ایک جدید قسم کا وائرلیس سیٹ نظر آیا۔ اس کو دیکھ کر وہ چونک اُٹھے:

"اس کا مطلب ہے۔ ٹونی کا براہِ راست اس شخص سے تعلق تھا۔ جس نے ڈاکٹر صبوری کو اغوا کیا ہے۔"

"اسی لیے اسے ختم کرنا پڑا۔ کہیں وہ اس کے بارے میں کچھ اگل نہ دے۔" اکرام بولا۔

"ہوں۔ میں سیٹ پر اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

سیٹ کو آن کر کے انھوں نے کوشش شروع کر دی۔ لیکن دوسری طرف سے کوئی آواز سنائی نہ دی:

"یا تو وہ جان بوجھ کر جواب نہیں دے رہا۔ یا پھر میں اس کی فریکوئنسی نہیں ملا سکا۔"

"سر۔ ابھی باقی سرائے رہتی ہے۔" اکرام نے خیال دلایا۔

"اوہ ہاں!"

وائرلیس کو چھوڑ کر انھوں نے پوری سرائے کو چھان مارا، صرف ایک الماری میں کاغذات کی فائلیں رکھی نظر آئیں، لیکن ان میں سے زیادہ تر سرائے کے حساب کتاب کی فائلیں تھیں — ایک فائل پر انھیں ڈاکٹر صبوری کا نام لکھا نظر آیا۔ وہ چونک ہی تو گئے:

"وہ مارا۔ آخر کچھ مل ہی گیا۔" اکرام نے پُر جوش لہجے میں کہا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے اور فائل کا مطالعہ شروع کر دیا — فائل چھ ماہ پہلے شروع کی گئی تھی۔ اور چھ ماہ پہلے ہی ڈاکٹر صبوری اور ان کے بیوی بچوں کو اغوا کیا گیا تھا، لیکن اس فائل میں ڈاکٹر صبوری کے اغوا کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ پہلے نمبر پر ان کا نام لکھا تھا۔ پھر ان کے بیوی اور بچوں کے نام تھے۔ ان کی کوٹھی کا پتا بھی درج تھا۔ اس کے بعد یہ الفاظ لکھے نظر آئے:

"باس نے ہدایت دی ہے کہ ڈاکٹر صبوری کے بارے میں جب بھی اخبار میں کوئی خبر شائع ہو، اس کی کٹنگ اس فائل میں چسپاں کرتے جائیں۔ ڈاکٹر

MALIK JI
8-Aug-14

MALIK JI
8-Aug-14

انھوں نے اکرام کے کان میں کچھ کہا اور بولے :
"آؤ میرے ساتھ۔"

وہ کمرے سے نکل آئے۔ سرائے کے سب ملازموں کو ایک جگہ جمع کیا۔ ان کی تعداد آٹھ تھی۔ مسافروں کو سرائے سے فارغ کر دیا گیا۔ ملازمین کو سرائے کی تجوری میں سے تین تین ماہ کی تنخواہیں دے دی گئیں۔ ان کے نام اور پتے لکھ لیے گئے۔ انھیں رخصت کرنے سے پہلے ہی اکرام باہر جا چکا تھا۔ اس کے واپس آنے کے بھی بیس منٹ بعد ان آٹھ ملازمین کو وہاں سے رخصت کر دیا گیا اور سرائے کو سیل کرکے وہ وہاں سے روانہ ہوئے، دونوں دفتر پہنچے ہی تھے کہ وائرلیس پر اطلاع ملی :

"ہیلو سر۔ ہم نے ان آٹھوں کا تعاقب کیا تھا۔ ان میں سے کوئی بھی لکھوائے ہوئے پتوں پر نہیں گیا۔ بلکہ وہ اب ہوٹل ریشم کے ایک کمرے میں جمع ہیں۔ ان میں سے ایک نے کاؤنٹر پر سے کسی کو فون بھی کیا تھا۔ ہمارا خیال ہے۔ وہ کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"بہت خوب۔ وہیں جمے رہو۔ ہم آ رہے ہیں۔" اکرام نے پرجوش لہجے میں کہا۔

دونوں ایک بار پھر باہر نکل رہے تھے، حالاں کہ انھیں ابھی آئے صرف پانچ منٹ ہوئے تھے، لیکن انھیں تو بس کام کی

صبوری کے گھر کی چوبیس گھنٹے نگرانی کی جائے اور باس کو ہر نئی بات سے فوراً خبردار کیا جائے۔"

ان الفاظ کے بعد اخبارات کے تراشے فائل میں جگہ جگہ چسپاں کیے گئے تھے۔ ان تمام تراشوں میں ان کی گم شدگی کی خبریں تھیں یا پولیس نے جو جو کوششیں کی تھیں۔ ان کا ذکر تھا۔ انھوں نے پوری فائل کو تفصیل سے پڑھا، پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا :

"اب سمجھ میں آیا۔ وہ کار پیچھے سے اچانک کس طرح آ گئی تھی۔ نگرانی کرنے والوں نے فوراً باس کو اطلاع دی ہو گی۔ اس طرح ہمارا تعاقب شروع کیا گیا۔ اور باس کو خبردار رکھا گیا، پھر جب ہم کالی مائی، ٹونی اور یاٹا کو لے کر نکلے تو اس کی خبر بھی باس کو دی گئی اور اس نے انھیں ختم کرنے کا اشارہ دے دیا۔ اس سے ایک بات ثابت ہوتی ہے۔" یہاں تک کہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"وہ کیا سر؟"

"باس کے آدمی جب چاہیں اس سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں، شاید ان کے پاس بھی اس قسم کا وائرلیس سیٹ موجود رہا ہو گا۔ افسوس ہم اس کار کا تعاقب نہ کر سکے۔ اور نہ نمبر نوٹ کر سکے۔"

"ہوں! سوال یہ ہے سر۔ کہ اب ہم کیا کریں؟"

MALIK JI
8-Aug-14

دھن تھی۔ آرام کرنا تو انھوں نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ تیز رفتاری سے جیپ چلاتے ہوئے وہ ہوٹل ریشم پہنچے۔ یہ شہر کا ایک گھٹیا درجے کا ہوٹل تھا۔ اور اس کی شہرت بھی اچھی نہیں تھی۔ پولیس کا خیال تھا۔ اس ہوٹل میں آوارہ قسم کے لوگ جوا کھیلتے ہیں۔ اور ہوٹل کا مالک ان سے کمیشن وصول کرتا ہے، لیکن آج تک پولیس جُوا کھیلتے ہوئے کسی کو نہیں پکڑ سکی تھی۔

ہوٹل کے سامنے پہنچ کر وہ رکے ہی تھے کہ ایک سادہ لباس والا نزدیک آ گیا:

"وہ ہوٹل کے کمرہ نمبر ۲۰ میں ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ اکرام۔ ہمیں ریڈی میڈ میک اَپ کا سہارا لے لینا چاہیے۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔"

انھوں نے جیپ میں بیٹھ کر میک اَپ کیا اور پھر ہوٹل میں داخل ہو گئے۔ اسی وقت انھوں نے کاؤنٹر پر ایک لمبے قد کے آدمی کو رُکتے دیکھا۔ اس نے جھک کر دبی آواز میں کچھ کہا۔ کاؤنٹر کلرک نے فوراً کہا:

"کمرہ نمبر ۲۰۔ اس طرف۔"

اُن کے کان کھڑے ہو گئے۔ لمبا آدمی ایک سمت میں

بڑھ رہا تھا۔ وہ بھی ٹہلنے کے انداز میں اس سمت میں بڑھتے چلے گئے۔ انھوں نے اسے کمرہ نمبر ۲۰ میں داخل ہوتے دیکھا۔

"پتا نہیں۔ یہ لوگ کس چکر میں ہیں؟" اکرام بڑبڑایا۔

"ان آٹھ آدمیوں کے بارے میں کچھ فیصلہ کیا جائے گا، شاید وہ اس قابل ہیں کہ پولیس کو کچھ بتا سکیں۔"

"تب تو ان سے ہماری ملاقات ضروری ہے۔"

"اس کی سیدھی سادی ترکیب یہ ہے کہ ہم انھیں گرفتار کر لیں۔ تم اپنے ماتحتوں کو ہدایات دے آؤ۔ کہ ہوٹل سے کوئی بھی آدمی نکل کر جانے نہ پائے۔ پچھلی طرف کا خاص خیال رکھا جائے۔"

"جی بہتر!" اکرام نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔

ادھر وہ کمرہ نمبر ۲۰ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ وہ نچلی منزل پر ہی تھا۔ اور ہال میں سے اس کی طرف دیکھا جا سکتا تھا۔ ان حالات میں وہ اس کے دروازے پر کان نہیں لگا سکتے تھے، لیکن اس کے باوجود انھوں نے کان لگا دیے۔ اور ایسے لگائے کہ پھر فوراً ہٹائے بھی نہیں۔ انھیں ایسا کرتے ایک بیرے نے دیکھ لیا۔ وہ زور سے چونکا۔ اور فوراً کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ کاؤنٹر کلرک نے بھی چونک کر ان کی طرف دیکھا اور پھر وہ اور اس کے ساتھ

چار بیرے ان کی طرف مڑے۔ نزدیک آکر کاؤنٹر کلرک نے کہا:

"اے۔ مسٹر۔ یہ تم کیا کر رہے ہو؟"

"گگ۔ گگ۔ کچھ۔ نہیں۔" وہ بُری طرح ہکلائے۔

"اس کا خیال رکھنا۔ نکل نہ جائے۔" کلرک نے کہا۔ اور دروازے پر دستک دے ڈالی۔ دروازہ فوراً کھلا۔

"کیا بات ہے پنٹو۔" اندر سے ناخوش گوار آواز میں کہا گیا۔

"یہ حضرت دروازے سے کان لگائے کھڑے تھے۔"

"اوہ۔ تو اسے اندر دھکیل دو۔ جلدی کرو۔"

انھیں اندر کی طرف دھکا دیا گیا۔ وہ خود بھی چاہتے تھے۔ اس لیے دھکا وصول کر لیا۔ جوں ہی وہ اندر کی طرف گرے۔ دروازہ بند کر لیا گیا۔

اندر وہ آٹھوں مجرموں کی طرح کھڑے تھے۔ لمبا آدمی انھیں بُری طرح گھور رہا تھا۔ اب وہ ان کی طرف متوجہ ہوا:

"ہاں بھئی۔ تم کون ہو؟"

"مم۔ میں۔ مسٹر خواہ مخواہ۔" وہ بولے۔

"دروازے کے باہر کھڑے کیا کر رہے تھے؟"

"اندر کی باتیں سننے کی کوشش کر رہا تھا۔" انھوں نے جواب

MALIK JI
8-Aug-14

دیا۔

"کیوں۔ اس کی کیا ضرورت تھی؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"میں جاننا چاہتا تھا۔ کہ اس کمرے میں اتنے بہت سے آدمی کیا کر رہے ہیں۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کمرے میں بہت سارے آدمی موجود ہیں۔"

"بس ہو گیا معلوم۔ ہر بات تو بتانے والی نہیں ہوتی۔"

"بنا دو اس کی چٹنی۔" لمبے آدمی نے غرّا کر کہا۔

"ابھی لیجیے ماسٹر۔"

ہوٹل کے چھے ملازم جو ان آٹھ کے علاوہ کمرے میں موجود تھے، ایک ساتھ ان پر ٹوٹ پڑے، انھوں نے نہایت اطمینان سے اپنے مکّوں اور لاتوں پر انھیں روکا اور وہ اِدھر اُدھر گرے نظر آئے:

"ہائیں۔ یہ کیا؟" لمبے آدمی کے منہ سے نکلا۔

"یہ۔ یہ کیا مذاق کر رہے ہیں آپ لوگ۔" انسپکٹر جمشید نے بھی کانپ کر کہا۔

"یہ۔ یہ کوئی ایسا ویسا آدمی نہیں ہے ماسٹر۔" ان میں سے ایک نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"کیا بکواس ہے۔ پکڑ لو اسے۔ تم چھے ہو۔ اور یہ اکیلا۔"

MALIK JI
8-Aug-14

وہ غرایا۔

وہ ڈرے ڈرے انداز میں پھر آگے بڑھے، لیکن اس بار انھوں نے شدید چوٹیں کھائیں۔ اور فرش پر پڑے نظر آئے:

"ٹھہرو۔ میں دیکھتا ہوں۔"

ماسٹر نے جل کر کہا اور تیر کی طرح ان کی طرف آیا۔ وہ فوراً ترچھے ہو گئے۔ ماسٹر دیوار سے ٹکرایا۔ غرا کر پلٹا تو پیشانی خون آلود ہو چکی تھی۔ اب وہ خوفناک انداز میں آگے بڑھا، لیکن انسپکٹر جمشید نے اسے دونوں ہاتھوں پر اچھال دیا۔ وہ اونچا اچھلا اور فرش پر آیا۔ ساتھ ہی ان کے پیر کی ٹھوکر اس کی ایک پنڈلی پر لگی۔ وہ پنڈلی پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"کک۔ کیا ہوا ماسٹر۔ خیر تو ہے؟" چھے میں سے ایک نے کہا۔

"بکو مت۔" اس نے جھلا کر کہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن اسی وقت انسپکٹر جمشید کا ایک مکا اس کے کندھے پر لگا اور وہ دھب سے گر گیا:

"ہاں! اب بتاؤ۔ یہاں کیا میٹنگ ہو رہی تھی؟"

عین اُسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ چونک اُٹھے۔ پھر فوراً دروازے پر پہنچے اور چٹخنی گراتے ہوئے

پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ اندر داخل ہونے والے کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی:

"ویگن پچھلی طرف بالکل تیار کھڑی ہے ماسٹر۔ انھیں خفیہ جگہ پہنچانے کا انتظام۔"

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔

MALIK JI
8-Aug-14

میری طرف بھی

شابو نواب فرقان کے کمرے کی طرف نہیں مُڑا۔ وہ سیدھا بیرونی دروازے پر پہنچا اور باہر نکل گیا۔ فاروق پر جوش طاری ہوگیا۔ اس نے بھی فوراً باہر کا رُخ کیا۔ اتنی دیر میں شابو سڑک پر کھڑی ایک ٹیکسی میں بیٹھ چکا تھا۔ فاروق نے پریشان ہوکر اِدھر اُدھر دیکھا۔ کوئی ٹیکسی نظر نہ آئی۔

"افسوس!" اس کے منہ سے نکلا، اسی وقت ایک سفید رنگ کی کار آتی نظر آئی۔ اس نے بے اختیار ہاتھ اٹھا دیا — سفید کار اس کے نزدیک آکر رک گئی۔ اندر ایک شریف صورت انسان بیٹھا تھا:

"کہاں جانا ہے؟"

"اگر یہ سوال کار میں بٹھانے کے بعد کر لیں تو بہتر رہے گا، کیوں کہ دوسری صورت میں تو میں کہیں بھی نہیں جا سکوں گا۔"

"تشریف رکھیے۔ آپ کافی گھبرائے ہوئے ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"آپ اندازہ لگانے میں کافی ماہر ہیں۔" فاروق بولا۔

"ایسی تو خیر کوئی بات نہیں۔ ہاں اب بتائیں۔ کہاں جائیں گے؟"

"اس سڑک پر ایک ٹیکسی گئی ہے۔ مجھے دراصل اس کا تعاقب کرنا ہے۔ اس میں ایک عدد مجرم بیٹھا ہے۔"

"کیا مطلب؟" کار والا چونکا۔

"اب میں مطلب کس بات کا بتاؤں جناب۔" اس نے بے چارگی کے عالم میں کندھے اُچکائے۔

"آپ اس ٹیکسی کا تعاقب کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اس میں کوئی مجرم بیٹھا ہے تو پھر اس کا تعاقب کرنا۔ یا اسے گرفتار کرنا تو پولیس کا کام ہے۔"

"یہی تو ہمارے مُلک کی بدقسمتی ہے۔ ہر شخص اپنی کوئی ذمّے داری محسوس نہیں کرتا۔ بس دُوسروں پر ڈال دیتا ہے، اب دیکھیے نا۔ اگر اس وقت یہاں پولیس موجود نہ ہو۔ اور ایک چور چوری کرکے بھاگ رہا ہو۔ تو کیا ہم اسے جانے دیں۔ اس کے راستے کی رکاوٹ نہ بنیں۔ جب کہ وہ ہمارے مُلک کے لیے ایک ناسور کا درجہ رکھتا ہے، پھر تو یہ ناسور بڑھتا چلا جائے گا۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

MALIK JI
8-Aug-14

"آپ ۔ آپ تو بہت زیادہ سمجھ داری کی باتیں کر رہے ہیں" اس کے لہجے میں حیرت تھی ۔

" اوہ ۔ میں معافی چاہتا ہوں" فاروق گھبرا گیا۔

" معافی ۔ لیکن کس بات کی ؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

" اس بات کی کہ میں نے اتنی سمجھ داری کی بات کیوں کی "

وہ ہنس دیا ۔ کار اب رفتار پکڑ چکی تھی ۔ جلد ہی ٹیکسی نظر آنے لگی :

" لیجیے ۔ وہ رہی آپ کی ٹیکسی "

" میری نہیں ۔ مجرم نے بھی اسے کرائے پر لیا ہے" فاروق بولا ۔

" چلیے یوں ہی سہی " اس نے کندھے اچکائے ۔

" لیکن ۔ ضروری نہیں کہ یہ وہی ٹیکسی ہو "

" تب پھر ۔ کیسے معلوم ہو سکتا ہے "

" آپ ذرا رفتار اور بڑھائیں ۔ یہاں تک کہ ہم اس کے برابر پہنچ جائیں ۔ اگر اس میں وہ بیٹھا ہوا ہے ، تب تو ٹھیک ہے ۔ ورنہ پھر اس سے آگے بھی کوئی ٹیکسی موجود ہو گی "

" میں رفتار بڑھا رہا ہوں " اس نے کہا۔

جلد ہی وہ اس ٹیکسی کے برابر پہنچ گئے ، لیکن اس میں شابو نہیں تھا :

" اوہ ۔ وہ ۔ وہ تو اس میں نہیں ہے " فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

" تب پھر ہم آگے چلتے ہیں "

" ہاں ۔ آپ کی بہت مہربانی " اس نے جلدی سے کہا۔

" مہربانی کیسی ۔ ابھی آپ نے خود ہی تو کہا ہے ۔ یہ ہم سب کی ذمے داری ہے "

" اوہ ہاں ۔ یہ تو ہے "

وہ آگے بڑھتے چلے گئے ، لیکن کوئی اور ٹیکسی نہ ملی ۔

" نہیں جناب ۔ وہ تو وہی ٹیکسی تھی ۔ کوئی موڑ مڑتے ہی وہ ٹیکسی سے اتر گیا ہو گا "

" اوہ ۔ یہ تو کچھ نہ ہوا "

" جی ہاں ! ہمارے ساتھ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے " فاروق نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

" کیا مطلب ۔ کیسا ہوتا ہے ؟"

" ایسا کہ ہم تعاقب کرتے رہ جاتے ہیں ۔ اور مجرم کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے "

" کیا مطلب ۔ کیا آپ ایسا کام اکثر کرتے رہتے ہیں " وہ

MALIK JI
8-Aug-14

چونکا۔

"ج۔ جی ہاں۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میرا نام فاروق ہے۔ اور میں بھائی ہوں محمود اور فرزانہ کا۔"

"ارے باپ رے۔ آپ انسپکٹر جمشید کے لڑکے ہیں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔" فاروق مسکرایا۔

اس نے کار واپس موڑی۔ منہ سے کچھ نہ بولا۔ واپسی میں اسے کوئی ٹیکسی نہ ملی۔ گویا ٹیکسی بھی کسی جگہ سے واپس مڑ چکی تھی۔

"اب میں آپ کو کہاں اتاروں؟" اس نے پوچھا۔

"کہیں اتار دیں۔ جانا تو مجھے اب وہیں پڑے گا۔ جہاں سے میں چلا تھا۔"

"تو میں آپ کو وہیں لے چلتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"لیکن یہ آپ کے ساتھ بہت زیادتی ہو گی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔"

اس شریف آدمی نے فاروق کو وہیں اتار دیا اور ہاتھ ہلاتے ہوئے رخصت ہو گیا:

"ایسے لوگ بھی اس دنیا میں موجود ہیں۔" وہ بڑبڑایا اور آگے بڑھا۔ جوں ہی نواب فرقان کی کوٹھی میں داخل ہوا۔

اسے حیرت کا ایک جھٹکا لگا۔

★

خستہ حال شخص محمود کو ایک طرف جاتا نظر آیا۔ اس نے مناسب فاصلہ رکھ کر تعاقب شروع کر دیا۔ تقریباً دو کلومیٹر طے کرنے کے بعد وہ ایک گھٹیا سے ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ اب محمود نے تیز قدم اٹھائے اور خود بھی ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ خستہ حال شخص ایک میز پر اکڑا بیٹھا تھا۔ اسی وقت اس کے پاس بیرا جا کھڑا ہوا:

"تم پھر آ گئے مفت خور کہیں کے۔"

"آج میں مفت خورہ نہیں ہوں۔ بل ادا کروں گا۔ تم جلدی سے مرغ لے آؤ۔"

"میں تمہاری چالوں میں آنے والا نہیں۔ نوٹ دکھاؤ پہلے۔"

"ارے واہ۔ یہ کیا مشکل بات ہے۔ یہ دیکھو۔" اس نے جیب میں سے نوٹ نکال کر دکھائے۔

بیرے کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی:

"کسی کی جیب کاٹی ہے کیا؟"

"نہیں یار۔ ایک آدمی کا ایک چھوٹا سا کام کیا تھا۔ اس نے

انعام کے طور پر یہ روپے دے دیے۔"

"ہوں! اب تو تمھیں مرغ کھلانا ہی پڑے گا۔" بیرے نے کہا اور چلا گیا۔

محمود کا منہ بن گیا۔ اب اس شخص کی نگرانی کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس سے تو واقعی کام لیا گیا تھا۔ اس نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ وہ میز پر انگلیاں بجا رہا تھا۔ جیسے بہت خوش ہو۔ اور وہ کرسی سے اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ اسی وقت ایک بیرے نے اس کا راستا روک لیا:

"کیوں۔ خیریت تو ہے۔ میں حاضر ہوں آرڈر لینے کے لیے۔"

"مجھے کچھ کام یاد آ گیا۔" محمود بولا۔

اس کی آواز سن کر خستہ حال شخص نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی، پھر حیرت میں خوف بھی شامل ہو گیا۔ وہ جلدی سے اٹھا اور محمود کے نزدیک آ کر رک گیا:

"کیا بات ہے جناب۔ آپ یہاں نظر آ رہے ہیں۔ میں تو آپ کو اس کوٹھی کے دروازے پر چھوڑ کر آیا ہوں۔"

"ہاں! بس۔ میں یہ دیکھنے کے لیے آ گیا تھا کہ آپ کا

بیان کہاں تک درست ہے۔"

"تب پھر۔ کیا رہا؟" اس نے پوچھا۔

"آ گیا یقین۔" اس نے کندھے اچکائے اور جانے کے لیے مڑ گیا۔

ہوٹل سے باہر نکلنے سے پہلے ایک بار پھر اس نے مڑ کر دیکھا۔ خستہ حال آدمی اپنی میز پر بیٹھا تھا، لیکن اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

"اس پر شک کی کوئی وجہ نہیں۔" اس نے منہ بنا کر اپنے آپ سے کہا اور باہر نکل آیا۔ جلد ہی وہ نواب فرقان کی کوٹھی میں داخل ہوا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میاں عرفان اب اپنی پہلی حالت پر آ چکے تھے اور فاروق بھی وہیں تھا:

"اس کا مطلب ہے۔ آپ کا معاملہ تو ہو گیا حل۔ رہ گئے ہم، جنھیں ابھی مجرم تک پہنچنا ہے۔"

"میرا معاملہ بھی بالکل ختم نہیں ہوا۔ میری ایک کروڑ کی رقم پھنس چکی ہے۔" نواب صاحب مسکرائے۔

"وہ ہمارے ذمے ہے۔ ہم آپ کو واپس دلوائیں گے۔ اب ہمیں اجازت دیں۔"

وہ اپنے گھر آ گئے۔ اور یہ جان کر حیران رہ گئے کہ ان کے والد ابھی تک نہیں آئے تھے۔

MALIK JI
8-Aug-14

"بھئی مجھے بھی اب اجازت دو۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"جی ۔ جیسے آپ کی مرضی۔"

"تو پھر ۔ میں بھی چلوں گا۔" خان رحمان مسکرائے۔

"ہوں ٹھیک ہے ۔ انکل۔"

"ویسے کوئی خاص بات ہو تو تم مجھے فون کر کے بلا سکتے ہو۔"

"کوشش کریں گے کہ خاص بات ہو جائیں۔" فاروق بولا ۔ اور وہ مسکرا دیے ۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی ۔ محمود نے فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا:

"یہ ضرور ابا جان کا فون ہو گا۔" یہ کہتے ہی اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا، پھر دوسری طرف کی آواز سن کر وہ زور سے چونکا اور اس کے بعد اس سے بھی زور سے اس کے منہ سے نکلا:

"کیا!!!"

"اس کا مطلب ہے ۔ خاص بات انکل کے جانے سے پہلے ہی ہو گی۔" فاروق مسکرا دیا۔

"کیا بات ہے محمود؟" خان رحمان اور پروفیسر داؤد ایک ساتھ بولے ۔

"حامد ۔ حامد۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"انکل کے تو ایک حامد ہے ۔ دو نہیں ہیں۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"کک ۔ کیا ہوا حامد کو؟" خان رحمان گھبرا گئے ۔

"وہ ۔ وہ چھ انچ کا بن چکا ہے۔"

"کیا!!!" اس بار خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے ساتھ فاروق ر فرزانہ بھی چلّائے تھے ۔

بیگم جمشید گھبرا کر باورچی خانے سے باہر نکل آئیں ۔ اور پھر ، باہر کی طرف دوڑے ۔ ان کے ذہنوں میں بس ایک ہی وال گونج رہا تھا ۔ آخر ۔ مجرم نے ان کے گھر میں کس رح وار کیا ہے ۔ نواب فرقان کے گھر میں تو اس نے بہت ا چوڑا چکر چلایا تھا ۔

"جب آپ گھر سے چلے ۔ حامد بالکل ٹھیک تھا ۔ اس کی طبیعت خراب نہیں تھی؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"نہیں ۔ بالکل ٹھیک تھا۔"

"حیرت ہے، پھر اتنی جلدی ۔ یہ کیسے ہو گیا ۔ صاف ظاہر ہے ۔ پہلے حامد کی کسی طرح طبیعت خراب کی گئی ہو گی ۔ تاکہ کٹر کو فون کیا جائے ۔ اور ادھر ڈاکٹر کی سرنج بدل دی ئی ہو گی ۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ طبیعت کس طرح خراب ی گئی؟

MALIK JI
8-Aug-14

"اب — یہ تو بیگم ہی بتا سکیں گی۔" خان رحمان ہکلائے۔

ان کی کار آندھی اور طوفان کی طرح اڑی جا رہی تھی۔

"ایسے میں ابّا جان بھی تو کہیں اور مصروف ہو گئے ہیں، لیکن اب تو انہیں تلاش کرنا ہی پڑے گا۔" فرزانہ بولی۔

"میں فون پر ان کی تلاش شروع کرتا ہوں — فکر نہ کرو۔"

آخر وہ خان رحمان کی کوٹھی میں داخل ہوئے — کار سے اُتر کر اندر کی طرف دوڑ پڑے — اندر سب لوگ حامد کے گرد جمع تھے اور حامد جو اب صرف چھ انچ کا بن گیا تھا — میز پر بیٹھا تھا:

"آپ آ گئے — یہ — یہ دیکھیے — یہ کیا ہو گیا ہے۔" شہناز بیگم نے بے تحاشہ روتے ہوئے کہا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں بیگم۔"

"یہ آپ کیا کہ رہے ہیں — گھبرانے کی ضرورت نہیں۔" ان کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"ہاں! اس لیے کہ یہ صرف ہمارے ساتھ ہی نہیں ہوا — اس سے پہلے نواب فرقان کے بیٹے کے ساتھ بھی ایسا ہو چکا ہے — اور وہ اب اپنی اصلی حالت پر آ چکا ہے — یہ سب بھی میرے ساتھ تھے — ہم وہیں سے آ رہے ہیں نا۔"

"اوہ — کیا واقعی۔" وہ رونا بھول گئیں۔

"ہاں بالکل — ابھی تم خود دیکھ لو گی — پہلے تو یہ بتاؤ — یہ

سب ہوا کیسے — کیا حامد کی طبیعت پہلے خراب ہوئی تھی — اور تم نے ڈاکٹر کو فون کر کے بُلایا تھا۔" خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"نہیں! کچھ بھی نہیں ہوا تھا — بس میونسپل کارپوریشن کا ایک ڈاکٹر آیا تھا — اس نے یہ خوف ناک خبر سُنائی کہ شہر میں بہت تیزی سے بچّوں میں ہیضے کی وبا پھیل رہی ہے — لہٰذا سب بچّوں کو ہیضے کے ٹیکے لگوا لیں — اس کے الفاظ سُن کر سرور اور ناز تو اِدھر اُدھر بھاگ گئے — حامد نے دلیری سے اپنا بازو آگے کر دیا — اور وہ انجکشن لگا کر چلتا بنا۔"

"اوہ!" اُن کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اس بار بہت ہی سیدھی سادی ترکیب اختیار کی گئی تھی۔ ایسے میں فرزانہ زور سے اُچھلی:

"ارے باپ رے۔" اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"تمہیں کیا ہوا؟"

"اس طرح تو وہ اب تک نہ جانے کتنے دولت مندوں کے بچّوں کو ٹیکے لگا چکے ہوں گے — گویا شہر میں اب کہرام مچنے ہی والا ہے۔"

"اوہ — اوہ۔" وہ بولے — پھر محمود فون کی طرف جھپٹا — اس نے جلدی جلدی آئی جی صاحب کے نمبر ملائے — جُوں ہی ان کی

MALIK JI
8-Aug-14

آواز سنائی دی، اُس نے کہا:

"سر یہ میں ہوں محمود۔ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے شہر میں۔ بلکہ پورے ملک میں یہ اعلان بار بار نشر کرایا جائے کہ شہر میں میونسپل کارپوریشن کے جعلی ڈاکٹر پھر رہے ہیں۔ وہ زہر کے ٹیکے بچوں کو لگا رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو پکڑ لیا جائے اور فوراً پولیس کو اطلاع دی جائے۔"

"لیکن تم ایسا اعلان کیوں کرانا چاہتے ہو؟"

"اس لیے کہ واقعی ایسا ہو رہا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان ٹیکوں سے بچے مر نہیں رہے، بلکہ چھے انچ کے بن رہے ہیں۔"

"کیا کہا۔ چھے انچ کے۔" ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"جی ہاں! لیکن تفصیل بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے آپ متعلقہ حکام کو ہدایات دے دیں۔"

"اچھا! میں ایک منٹ ٹھہر کر فون کرتا ہوں۔" انھوں نے کہا۔

ایک منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی۔

"ہاں محمود۔ اب تفصیل سناؤ۔"

محمود نے جلدی جلدی تفصیل سنانا شروع کی۔ ابھی وہ اپنی بات پوری نہ کر پایا تھا کہ آئی جی صاحب بول اُٹھے:

"ذرا ٹھہرو بھئی۔ دوسرے فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی ہے،

میں ذرا ادھر کی سن لوں۔" انھوں نے پریشان ہو کر کہا۔

"جی بہتر!"

ایک منٹ بعد آئی جی صاحب کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی:

"مم۔ محمود۔ مم۔ میرا بچہ بھی۔" اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکے۔

"کیا!!!" محمود بُری طرح اُچھلا۔

لیکن دوسری طرف تو ریسیور پٹخ دیا گیا تھا۔ غالباً آئی جی صاحب گھر کی طرف دوڑے جا رہے تھے۔

گیارہ کوٹھیاں

انسپکٹر جمشید نے اسے گردن سے پکڑ لیا تھا اور ساتھ ہی اس کے سر پر ایک ہاتھ لگا۔ وہ بھی اپنے استاد کی طرح دھب سے فرش پر گر پڑا۔

"تو ان آٹھوں کو کسی خفیہ جگہ پہنچایا جا رہا تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیوں؟"

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"یہاں نہیں بتاؤ گے تو پولیس اسٹیشن چل کر بتانا پڑے گا بھئی۔ سوچ لو۔" اکرام مسکرایا۔

"ہمارا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" استاد غرا کر بولا۔

"ابھی مجھ سے لڑائی جھگڑا پھر کیوں کیا جا رہا تھا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔ استاد سے کوئی جواب نہ جڑ سکا۔ اسی وقت اکرام کمرے میں داخل ہوا۔

"اکرام۔ پولیس اسٹیشن فون کرو۔ یا اپنے ماتحتوں کو بلا لو،

ماتحت ہی ٹھیک رہیں گے۔"

"جی بہتر!" اس نے کہا اور پھر باہر نکل گیا۔ اب کمرے میں ان سب کے درمیان انسپکٹر جمشید تنہا تھے، لیکن مجال ہے ذرا بھی جو خوف زدہ ہوں۔

"تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

"کسی کے لیے بھی نہیں۔ بس صرف اپنے لیے۔" اس نے کہا۔

"بہت خوب۔ اب تمھیں کم از کم یہ تو بتانا ہو گا کہ سرائے جانی سے تمھارا کیا تعلق ہے، کیوں کہ اس سرائے کے آٹھ آدمی سیدھے تمھارے پاس آئے ہیں۔ تم نہیں بتاؤ گے تو میں یہ بات ان سے اگلوا لوں گا۔ پھر تم کیا کرو گے۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ لوگ ہوٹل میں کھانا کھانے آتے تھے۔ میں نہیں جانتا کون ہیں۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"اور ہوٹل میں کھانا کھانے کے لیے انھیں اس کمرے میں آنا پڑا، کیوں کہ ہال میں کھانا نہیں کھایا جاتا۔" انسپکٹر جمشید نے تیزی سے کہا۔

"نہیں! یہ بات نہیں۔ بلکہ یہ بل ادا نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے میں نے انھیں اس کمرے میں بلوایا تھا۔ تاکہ ان

MALIK JI
8-Aug-14

MALIK JI
8-Aug-14

سے کسی طرح بل وصول کیا جا سکے ۔ ایسی باتیں دوسرے گاہکوں
کے سامنے تو کی نہیں جا سکتیں۔"

"اوہ ہاں! یہ بات بھی ٹھیک ہے ۔ خیر ۔ ان سے تمہارا
کوئی تعلق نہیں ۔ یہ صرف کھانا کھانے یہاں آتے تھے ۔
سوال یہ ہے کہ تم اپنے لیے کیا کہتے ہو۔" وہ بولے۔

"آپ دیکھ نہیں رہے ۔ یہ ہوٹل چلا رہا ہوں۔" وہ مسکرایا۔

"مسٹر ۔ اس طرح کام نہیں چلے گا ۔ تم نے اور ان بے چاروں
نے کمرۂ امتحان نہیں دیکھا ۔ وہاں تو اچھے اچھے فرفر بولنے
لگتے ہیں۔"

اسی وقت اکرام اندر داخل ہوا:

"بہت جلد پورا ہوٹل گھیرے میں لیا جا چکا ہوگا سر۔"

"اور اس ہوٹل کی تلاشی بھی لی جائے گی۔" انسپکٹر جمشید
بولے ۔

"تت ۔ تلاشی۔" ان کے منہ سے بوکھلائے ہوئے انداز میں نکلا۔

"کیوں ۔ کیا ہوا؟" اکرام ہنسا۔

"شاید بے چاروں کی سٹیاں گم ہو گئیں ۔ خیر کوئی بات نہیں
نہیں اور دے دیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جج ۔ جی ۔ کیا چیز دے دیں گے؟" اکرام نے گڑبڑا کر
کہا۔

"بھئی ۔ سٹیاں اور کیا۔" وہ بولے۔

اور پھر ہوٹل گھیرے میں لے لیا گیا ۔ تمام گاہکوں کی
تلاشی لے کر باہر جانے کی اجازت دے دی گئی ۔ اس کے بعد
ہوٹل کے عام کمروں کی تلاشی ہوئی ۔ استاد، اس کے ساتھیوں اور
سرائے جانی کے آٹھوں ملازموں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال
دی گئی تھیں ۔ صرف بیس منٹ بعد ان کے سامنے ہیروئن کی
بہت بڑی مقدار ڈھیر کر دی گئی:

"ہوں! تو یہ کاروبار ہے تمہارا ۔ سرائے کے ملازموں کے
ذریعے بھی یہی کام لیا جاتا تھا ۔ ٹونی، پاشا اور کالی مائی بھی اس
کاروبار میں شریک تھے۔"

استاد کچھ نہ بولا ۔ اس کا چہرہ تاریک ہوتا جا رہا تھا:

"خاموشی سے تو کام نہیں چلے گا ۔ اب تو تمہیں اس سوال کا
جواب دینا ہوگا ۔ تم ہیروئن کہاں سے حاصل کرتے ہو۔"

"مم ۔ میں ۔ میں کچھ نہیں کہوں گا۔" وہ چلایا۔

"نہیں بھئی ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ تمہارے تو فرشتے بھی
بتائیں گے۔" انھوں نے کہا۔

ان سب کو ایک ویگن میں ڈال کر محکمہ سراغ رسانی کے
کمرۂ امتحان میں لایا گیا ۔ جب وہاں کی عجیب و غریب کرسیوں
پر انھیں بٹھا کر جکڑا گیا تو ان کے رنگ اڑ گئے۔

MALIK JI
8-Aug-14

"بجلی کا پہلا جھٹکا انہیں دو۔ ان میں سے جو بولنے پر تیار ہو جائے۔ اس کا سوئچ آف کر دینا۔" انسپکٹر جمشید نے اس کمرے کے انچارج سے کہا۔

"او کے سر۔" یہ کہہ کر اس نے بہت سے بٹن جلدی جلدی دبائے۔ ان کی چیخیں بلند ہونے لگیں۔ پھر وہ سبھی بول اٹھے:

"بس کرو۔ بس کرو۔ ہم بتاتے ہیں۔"

"دیکھا۔ میں نہ کہتا تھا۔ جلدی بتاؤ۔"

"ہمیں ہیروئن ظاہر بھائی فوکٹ سے ملتی ہے۔"

"ظاہر بھائی کو غائب بھائی، ہم خود بنا لیں گے۔ اس کا پتا بتا دو۔" اکرام نے منہ بنایا۔

"بم۔ بم۔ بم۔"

"یہ کیا پتا ہوا۔ اس شہر میں تو بم بم نامی کوئی علاقہ یا عمارت ہے نہیں۔" اکرام بولا۔

"بتالی کا میدان۔" استاد نے مشکل سے کہا۔

"کیا کہا۔ بتالی کا میدان۔" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں جناب۔ فوکٹ وہیں ہوتا ہے۔ وہیں سے مال ہمیں سپلائی کرتا ہے اور وہیں رقم وصول کرتا ہے۔"

"آئیے سر۔ چلیں۔ کہیں ہمیں دیر نہ ہو جائے، کیوں کہ یہ اطلاع اب تک اسے بھی مل چکی ہو گی کہ اس کے آدمیوں

کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔" اکرام نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن اکرام۔ ہم اسے پورے میدان میں کہاں تلاش کریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں اس میدان سے اچھی طرح واقف ہوں سر۔ اسی لیے تو اس کا نام سن کر چونکا تھا۔ یہ صرف نام کا میدان ہے۔ ورنہ یہاں میدان کوئی نہیں ہے۔" اکرام نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ۔ تو پھر؟"

"یہاں چند بڑے بڑے لوگوں کی عمارات ہیں۔ بس وہ ان میں سے کسی ایک میں مل جائے گا۔"

"لیکن ہم ان سے ہی کیوں نہ پوچھ لیں۔ کہ وہ ان میں سے کس عمارت میں رہتا ہے۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ نہیں بتا سکیں گے۔" اکرام نے نفی میں سر ہلایا۔

"لیکن کیوں؟"

"وہ سب عمارتیں بالکل ایک جیسی ہیں۔ فوکٹ ان سے کسی عمارت میں ہرگز ملاقات نہیں کرتا ہو گا۔ بلکہ باہر نکل کر کسی جگہ لین دین ہوتا ہو گا۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

روانہ ہونے سے پہلے اکرام نے اپنے ماتحتوں کو بھی ہدایات دیں۔ اور ماتحت تھوڑا فاصلہ رکھ کر روانہ ہوئے۔ گویا پہلے صرف ان دونوں کو پہنچنا تھا۔ پھر اکرام کے ماتحتوں

کو۔ اور انہیں صرف اتنا کرنا تھا کہ جاتے ہی بٹالی کے میدان کو گھیر لیتے۔

اُن کی جیپ تیز رفتاری کے ریکارڈ قائم کرتے ہوئے بٹالی کے میدان پہنچ گئی۔ وہاں انہیں کُل گیارہ کوٹھیاں دکھائی دیں۔ گیارہ کی گیارہ ایک جیسی تھیں۔ آمنے سامنے تھیں، صرف گیارہویں کوٹھی کے سامنے کوئی کوٹھی نہیں تھی۔ کار سے اُترتے ہوتے انسپکٹر جمشید بولے:

"اب کیا ہم ان گیارہ کوٹھیوں کی تلاشی لیں گے؟"

"اس کے علاوہ کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی۔" اکرام نے کہا۔

"آج تو میں تمھاری ہدایات پر عمل کرتا نظر آ رہا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ایسی بات نہیں ہے سر۔ علاقہ آپ کا دیکھا بھالا نہیں ہے نا۔ بس اس لیے۔" اکرام شرما گیا۔

کوٹھیوں میں اور آس پاس، ارد گرد۔ ابھی تک ایک انسان بھی انہیں نظر نہیں آیا تھا۔ یوں لگتا تھا۔ جیسے ان میں کوئی نہ ہو۔

"کیا یہ خالی پڑی ہیں اکرام؟"

"نہیں سر۔ ان میں رہنے والے دولت میں کھیلتے ہیں۔

راتوں کو جاگتے ہیں۔ دن میں سوتے ہیں۔ یہ لوگ پڑے سو رہے ہوں گے۔ رات ہوتے ہی جاگ جائیں گے اور عیش و عشرت میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

"اوہ۔ یہ جان کر بہت دکھ ہوا۔ گویا یہ لوگ اسلام سے بہت دور ہیں۔"

"جی ہاں۔ کہنے کو تو یہ مسلمان ہیں۔ لیکن نماز۔ روزے کے بارے میں شاید یہ جانتے تک نہیں۔"

اور پھر اکرام کے ماتحت پہنچ گئے۔ گیارہ کی گیارہ کوٹھیوں کے گرد گھیرا ڈال دیا گیا۔ اب اکرام ان میں سے ایک کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اسے کئی منٹ تک گھنٹی بجانا پڑی، یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید نے منہ بنا کر کہا:

"اس سے تو بہتر تھا۔ ہم یہاں رات ہونے پر آ جاتے۔"

اُسی وقت قدموں کی آواز اُبھری۔ پھر دروازہ کھلا۔ اور ایک ملازم کی نیند میں ڈوبی صورت نظر آئی:

"کک۔ کیا بات ہے۔ آپ لوگ کون ہیں؟"

"ہمیں مسٹر فوکٹ سے ملنا ہے۔"

"خوکٹ۔ یہاں تو کوئی خوکٹ نہیں رہتا۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"خوکٹ نہیں فوکٹ۔"

MALIK JI
8-Aug-14

"خوکٹ ہو یا فوکٹ — نہیں رہتا۔"

"شکریہ — اس کوٹھی کے مالک کا کیا نام ہے؟"

"رانا ساجا۔" اس نے کہا۔

"چلیے ہمیں رانا ساجا سے ہی ملوا دیں۔"

"وہ اس وقت سو رہے ہیں — رات کے دس بجے کے بعد آئیے گا۔"

"دس بجے کے بعد — گویا وہ دس بجے سے پہلے سو کر نہیں اُٹھتے؟"

"اُٹھ تو وہ نو بجے جاتے ہیں، لیکن — وہ ان کا ناشتے کا وقت ہوتا ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ اچھا — لیکن اگر ہم ابھی اور اسی وقت ملاقات کرنا چاہیں۔"

"نہیں ہو سکتی جناب۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"ملاقات ابھی ہو گی — آپ جا کر انھیں جگا دیں اور بتا دیں پولیس تلاشی لینا چاہتی ہے۔"

"کک — کیا کہا — پولیس۔"

"ہاں — ہمارا تعلق پولیس سے ہے — اگر یقین نہیں آ رہا تو یقین بھی دلایا جا سکتا ہے۔"

"ہاں! دلا ہی دیں۔" اس نے کہا۔

اکرام نے سیٹی بجائی — فوراً ہی چند ماتحت دوڑتے ہوئے

MALIK JI
8-Aug-14

وہاں آ گئے:

"کیا حکم ہے سر؟"

"اس کوٹھی کی تلاشی لیں گے ہم۔"

"او کے سر۔" اس نے کہا۔

"ہاں بھئی — تم انھیں جگاتے ہو یا ہم اندر داخل ہو جائیں۔"

"م — میں — میں جا رہا ہوں اندر۔" اس نے گھبرا کر کہا اور پھر ایک نئی بات ہوئی — فضا میں ایک فائر کی آواز گونجی — ایک چیخ بلند ہوئی —

وہ فوراً نیچے دبک گئے — اگرچہ ان کے آس پاس فائر نہیں ہوا تھا — ملازم نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی، لیکن انسپکٹر جمشید نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا؛

"یہ فائر کہاں سے ہوا تھا؟" وہ غرائے۔

"مم — مجھے کیا معلوم۔"

"دیکھو اکرام — چیخ کس کی تھی — تمھارا کوئی ماتحت تو گولی کا نشانہ نہیں بن گیا — اگر ایسا ہوا ہے تو میں ان سب کوٹھیوں کو خالی کراؤں گا۔" انھوں نے سخت آواز میں کہا۔

اکرام اوٹ لیتا ہوا ماتحتوں کے گھیرے تک پہنچ گیا — وہاں اس کا ایک ماتحت زخمی حالت میں لیٹا ہوا تھا — گولی اس کے بازو میں لگی تھی —

MALIK JI
8-Aug-14

"گولی کس طرف سے آئی تھی؟"

"یہ معلوم نہیں ہو سکا۔"

"چوکنے رہو۔ چاروں طرف نظر رکھو۔ بلکہ مورچے بنا لو۔"

"او کے سر۔" کئی آوازیں ابھریں۔ ان کے حوصلے بہت بلند نظر آ رہے تھے۔ ایک ساتھی کے زخمی ہونے سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں تھے۔

اچانک چند فائر اور ہوئے۔ اکرام فوراً زمین پر گرا۔ اور لوٹ لگا گیا۔ باقی ماتحتوں نے بھی یہی کیا۔ اور پھر تو گولیوں کی گویا بارش ہونے لگی، لیکن عجیب ترین بات یہ تھی کہ گولیاں کوٹھیوں میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی نہیں آ رہی تھیں۔ بلکہ ان کے مخالف سمت میں جو درخت وغیرہ تھے۔ ان کی طرف سے آتی محسوس ہو رہی تھیں۔ یہ محسوس کر کے اکرام بڑبڑایا:

"ہم نے ان کوٹھیوں کو گھیرا۔ انھوں نے ہمیں گھیر لیا۔ کمال ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں بھی دشمنوں سے سامنا ہو سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ وائرلیس پر مزید آدمیوں کے لیے بات کرنے لگا۔ ادھر گولیوں کی تڑا تڑ جاری تھی۔ اس کے ماتحت بھی اب پوزیشن سنبھال چکے تھے۔ اور درختوں کی

طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ دراصل یہ گیارہ کوٹھیاں بالکل الگ تھلگ علاقے میں تھیں۔ انھیں ایک میدان میں بنایا گیا تھا اور وہ میدان چاروں طرف سے درختوں سے گھرا ہوا تھا۔

اس صورتِ حال کا اندازہ لگا کر اس نے پھر وائرلیس پر بات کی۔ اسی وقت انسپکٹر جمشید اور دوسرے ساتھی وہاں پہنچ گئے:

"کیا حالات ہیں بھئی؟"

"وہ لوگ پہلے ہی ان درختوں میں پوزیشن سنبھال چکے تھے۔ یعنی ہماری آمد سے بھی پہلے۔ گویا انھیں معلوم تھا کہ استاد اور اس کے ساتھی اس پتے کو نہیں چھپا سکیں گے۔ لہٰذا انھوں نے یہ قدم اٹھایا۔"

"حیرت ہے۔ ان کے لیے تو یہ کہیں بہتر تھا کہ وہ فرار ہو جاتے۔ اب یہ کس طرح بچ سکتے ہیں۔ آخر کب تک پولیس سے مقابلہ جاری رکھیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہو سکتا ہے سر۔ انھیں کافی دیر سے اطلاع ملی ہو۔" اکرام نے کہا۔

"تب پھر۔ یہ لوگ پہلے ہی یہاں سے نکل کر درختوں تک جا چکے تھے۔ جب ہم ان کے پاس سے گزر کر کوٹھیوں کے نزدیک آ گئے۔ اس وقت تو فرار ہو ہی سکتے تھے۔"

"ہاں! اس کا مطلب ہے۔ان کوٹھیوں میں سے کم از کم ایک میں ان کا مال موجود ہے۔اور یہ چاہتے ہیں۔کسی طرح وہ مال نکال لے جائیں۔اصل مسئلہ اس مال کا ہے۔"

"ہمیں انھیں ایسا بھی نہیں کرنے دیں گے۔"

دونوں طرف سے گولیوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے:

"اکرام! یہ کس قدر عجیب بات ہے۔"

"گگ۔کون سی بات سر؟"

"بھئی ہم تو ڈاکٹر صبوری کی تلاش میں نکلے ہوئے ہیں۔اور واسطہ ہمارا پڑ گیا ہے۔ہیروئن فروشوں سے۔تو کیا ڈاکٹر صبوری بھی اس گروہ کے ہتھے چڑھ گئے تھے؟" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ یہ ڈاکٹر صبوری کی کسی ایجاد کا چکر نہیں ہے۔بلکہ۔انھیں ان لوگوں کا کوئی راز معلوم ہو گیا تھا۔بس انھیں اغوا کر لیا گیا۔" انھوں نے دبی آواز میں کہا، پھر چونک کر بولے:

"اوہو۔میں سمجھ گیا۔یہ سب کیا چکر ہے۔یہ فائرنگ

MALIK.JI
8-Aug-14

کیوں کی جا رہی ہے۔"

"جی۔کیا مطلب۔کیا سمجھ گئے؟" اکرام نے حیران ہو کر کہا اور اُن کی طرف دیکھا۔

اُسے وہاں حیرت اور بوکھلاہٹ نظر آئی۔

MALIK JI
8-Aug-14

ٹیکہ لگوالیں

"اُف مالک! ان لوگوں نے تو دھڑا دھڑ وارداتیں شروع کر دیں۔ اس طرح تو یہ لوگ ایک ہی دن میں نہ جانے کتنے کروڑ جمع کر لیں گے۔" محمود نے کانپ کر کہا، پھر اس نے باہر کی طرف دوڑ لگاتے ہوئے کہا:

"آئی جی صاحب کا بچّہ بھی چھے انچ کا ہو گیا ہے۔"

"ارے باپ رے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"م۔ میں یہیں ٹھہروں گا۔ پتا نہیں۔ وہ فون پر کیا کہتا ہے۔" خان رحمان نے چلّا کر کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے انکل۔"

"اور۔ اور محمود۔ مَیں شائستہ کے لیے فکر مند ہوں۔ مَیں اُدھر جاتا ہوں۔" پروفیسر داؤد نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! یہی مناسب ہے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

تیز رفتاری سے کار چلاتے وہ آئی جی صاحب کے گھر پہنچے،

ان کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔

"وہ۔ وہ۔ بالکل ننھا سا بن گیا ہے۔"

"فکر نہ کریں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ کوئی فون تو نہیں آیا۔"

"فون۔ نہیں تو۔" وہ بولے۔

"مَیں آپ کو تفصیل سناتا ہوں۔" محمود نے کہا اور جلدی جلدی نوابہ فرقان کے گھر ہونے والے واقعے کی تفصیل سنا دی۔

"اوہ۔ تو کیا اب۔ اب مجھے بھی ایک کروڑ روپے ادا کرنا ہوں گے۔"

"شاید!" وہ مسکرائے۔

"ل۔ لیکن بھئی۔ میرے پاس تو ایک لاکھ روپے بھی نہیں ہوں گے۔"

"خیر۔ وہ تو دیکھ لیں گے۔" فاروق نے کہا۔

"کیسے دیکھ لیں گے۔ میں اتنی بڑی رقم کہاں سے لاؤں گا۔ مَیں نے تو کبھی کسی سے ایک آنہ بھی قرض نہیں مانگا، زندگی میں کبھی رشوت نہیں لی۔ اسی لیے تو میرے بینک میں چند ہزار سے زائد نہیں ہوں گے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ معاملہ اس وقت صرف آپ کا ہی نہیں۔ شہر کے نہ جانے

MALIK JI
8-Aug-14

کتنے لوگوں کا ہے۔ حیرت صرف یہ ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ ایسا کیوں کیا۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ آپ کے پاس ایک کروڑ۔"

فون کی گھنٹی کی آواز نے محمود کو جملہ مکمل نہ کرنے دیا۔

آئی جی صاحب نے فوراً ریسیور اُٹھا لیا۔

"ہیلو آئی جی صاحب۔ کیسے مزاج کیسے ہیں؟" ایک طنز میں ڈوبی آواز سُنائی دی۔

"آپ کون ہیں؟"

"نام پوچھ کر کیا کریں گے۔ آپ کے بچّے کا قد کتنا ہے؟"

"اس وقت چھ انچ۔ کیا یہ تم نے کیا ہے؟" وہ غرّائے۔

"آپ کا اندازہ غلط نہیں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"ایسا کر کے تم نے اپنی موت کو آواز دی ہے۔"

"کس کی موت نے آواز دی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ یہ سُن لیں کہ مَیں ایسے لوگوں سے ایک ایک کروڑ روپے وصول کر رہا ہوں۔ اور یہ بات بھی اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کے پاس ایک کروڑ نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا آپ بچّے کو اصلی حالت پر لانے والا انجکشن نہیں خرید سکیں گے۔" اس نے شوخ آواز میں کہا۔

"تو پھر۔ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟"

"صرف اور صرف اس لیے کہ مجھے آپ سے ایک بہت پُرانا

حساب چکانا تھا۔ مطلب یہ کہ آپ سے انتقام لینا تھا۔ لہٰذا کان کھول کر سُن لیں۔ دُوسروں کے بچّے تو ایک کروڑ کی ادائیگی کے بعد اصلی حالت پر آ جائیں گے۔ آپ کا بچّہ ایسا ہی رہے گا۔ کیسے۔ کیسا انتقام لیا میں نے۔"

"لل۔ لیکن بھئی۔ تمہیں مجھ سے دشمنی کیسی ہے؟"

"اگر یہ بتا دیا تو پھر آپ فوراً میرا سراغ لگا لیں گے اور فی الحال مَیں ایسا نہیں چاہتا۔ اب لڑائیے دماغ۔ اور آواز دیجیے اپنے ذہین ترین انسپکٹر اور اس کے بچّوں کو۔" یہ کہتے ہی دُوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔

آئی جی صاحب کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ انھوں نے ڈوبتی آواز میں فون پر ہونے والی بات چیت انھیں سُنا دی —

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے۔

"اب نہ جانے اسے آپ سے کس بات کا انتقام لینا ہے۔"

"مجھ سے تو نہ جانے کتنے آدمیوں کو دشمنی ہو گی۔ بھلا مَیں کیا اندازہ لگا سکتا ہوں۔"

"پروا نہ کریں۔ اس کا سُراغ لگانے کا ایک یہی طریقہ نہیں ہے۔ بس آپ اقرار بھائی کا خیال رکھیں۔ باقی کام ہم کر لیں گے۔"

"انسپکٹر جمشید کو بھی اس بات کی خبر ہو جانی چاہیے۔"

"لیکن سر۔ ہمیں نہیں معلوم۔ وہ کہاں ہیں۔"

"معلوم کرنے کی کوشش جاری رکھو۔"

"بہت بہتر۔ ہم اب انھیں تلاش کرنے کی مہم شروع کرتے ہیں۔"

عین اسی وقت ایک بار پھر گھنٹی بجی۔ آئی جی صاحب نے گھبرا کر فون کا ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے خان رحمان گھبرائی ہوئی آواز میں کہ رہے تھے:

"السلامُ علیکم۔ کون صاحب؟"

"یہ میں ہوں خان صاحب۔" آئی جی بولے۔

"اوہ شیخ صاحب۔ محمود، فاروق اور فرزانہ یہیں ہیں یا جا چکے ہیں؟"

"یہیں ہیں۔" انھوں نے بتایا۔

"ذرا ریسیور محمود کو دے دیں۔" ان کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

"لو بھئی۔ محمود۔ خان رحمان بات کریں گے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا اور ریسیور لے کر کان سے لگا لیا:

"السلامُ علیکم۔ خیر تو ہے؟"

"اس کا فون مل چکا ہے۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر ایک کروڑ ادا کرنا ہیں۔"

MALIK JI
8-Aug-14

"تو کیا آپ ایک گھنٹے سے پہلے ایک کروڑ کی رقم حاصل نہیں کر سکتے؟" محمود نے پوچھا۔

"رقم کا مسئلہ نہیں ہے۔ وہ یہاں موجود ہو گی۔ کرنا کیا ہے؟"

"ہم آ رہے ہیں۔" محمود نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

انھوں نے جلدی جلدی یہ بات آئی جی صاحب کو بتائی اور گھبرائے ہوئے انداز میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ خان رحمان کے گھر پہنچے۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

"کیا آپ ایک کروڑ کے لیے پریشان ہیں؟"

"نہیں! میں تو حامد کے لیے اپنی ساری دولت دے سکتا ہوں۔" وہ بولے۔

"تب پھر۔ پریشان کیوں ہیں؟"

"اگر۔ اگر ایک کروڑ لے کر بھی اس نے انجکشن نہ دیا۔"

"وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ فکر نہ کریں۔ اس نے کیا طریقہ بتایا ہے۔"

"کہا ہے۔ گھر میں ایک کروڑ روپے تیار رکھیں۔ کسی وقت بھی آپ سے وصول کیے جا سکتے ہیں۔ جوں ہی رقم وصول ہو گی۔ آپ کو انجکشن مل جائے گا۔"

"تب پھر — آپ کیوں پریشان ہیں؟"

"اگر — اگر انجکشن نہ ملا" خان رحمان بولے۔

"وہ ایسا نہیں کرے گا — اگر ایک شخص سے بھی اس نے ایسا کیا تو پھر کوئی بھی اسے ایک کروڑ روپے ادا نہیں کرے گا۔"

"ہوں! شاید تم ٹھیک کہتے ہو" انھوں نے قدرے پُرسکون ہو کر کہا —

"اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اس بار رقم کس طرح حاصل کرتا ہے۔"

"اور پروفیسر انکل کی طرف بھی خیریت معلوم کر لینی چاہیے۔" یہ کہ کر فرزانہ نے جلدی جلدی ان کے نمبر ملائے — ان کی آواز سُن کر وہ بولی:

"ادھر کیا حال ہے انکل؟"

"شائستہ بالکل خیریت سے ہے۔"

"اللہ کا شکر ہے — اچھا انکل — آپ شائستہ کو تنہا نہ چھوڑیں، ہم انکل خان رحمان کے ہاں ہیں — کوئی خاص بات ہو تو فوراً اطلاع دیں۔"

"ٹھیک ہے۔" انھوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا —

"فاروق ذرا ریڈیو اور ٹی وی آن کر دو — دیکھیں تو سہی — اعلانات نشر ہونا شروع ہو گئے ہیں یا نہیں۔"

"اچھا!" فاروق بولا — پہلے اس نے ریڈیو لگایا — وہاں سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد یہ اعلان نشر کیا جا رہا تھا:

"عوام کو خبردار کیا جاتا ہے — شہر میں اس وقت کچھ جرائم پیشہ لوگ ہیضے کے ٹیکے لگاتے پھر رہے ہیں — وہ خود کو میونسپل کارپوریشن کا ملازم ظاہر کرتے ہیں — عوام ان سے ہوشیار رہیں — اور جہاں کہیں بھی نظر آئیں — فوراً پولیس کو اطلاع دیں — خیال رہے کہ یہ لوگ صرف دولت مند گھرانوں میں جا رہے ہیں — سب کو چاہیے، بچّوں کو گھروں میں رکھیں — باہر نہ نکلنے دیں — اعلان ختم ہوا — پانچ منٹ بعد یہ اعلان پھر دہرایا جائے گا۔"

اسی قسم کا اعلان ٹی وی سے بھی نشر ہو رہا تھا —

"کیا اس سے یہ وارداتیں رک جائیں گی۔" خان رحمان بڑبڑائے —

"کم از کم — وہ آسانی سے یہ کام نہیں کر سکیں گے — اور شاید انھیں پہلے کی طرح کا کوئی طریقہ اختیار کرنا پڑے — یعنی پہلے کسی لڑکے کو بے ہوش کریں گے، پھر ڈاکٹر کو بلایا جائے گا — اور اس ڈاکٹر کی سرنج تبدیل کر دی جائے گی۔"

MALIK JI
8-Aug-14

"ہوں!" اُن کے مُنہ سے نکلا۔

"نہ جانے ابا جان اور انکل اکرام کہاں مصروف ہیں۔ کیا انہیں ان حالات کی خبر نہیں ہو گی؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

عین اُسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ فرزانہ نے دبی آواز میں کہا:

"ہوشیار۔ آنے والا مجرم کا بھیجا ہوا کوئی آدمی بھی ہو سکتا ہے۔"

"کک۔ کیا میں ظہور کو بلاؤں؟" خان رحمان ہکلائے۔

"نہیں انکل۔ دروازہ میں کھولوں گا۔" یہ کہہ کر محمود نے قدم اٹھائے ہی تھے کہ دُوسری طرف سے ظہور دروازے کی طرف بڑھتا نظر آیا:

"نہیں ظہور۔ تم دروازہ نہیں کھولو گے۔" محمود نے دبی آواز میں کہا۔

"کک۔ کیوں؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"کیا پتا۔ دروازہ کھولتے ہی تم بھی حامد کی طرح ننھے سے بن جاؤ۔" فارُوق مسکرایا۔

"ارے باپ رے۔" وُہ ڈر گیا۔

اس وقت تک محمود دروازے پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے

MALIK JI
8-Aug-14

دھک دھک کرتے دل کے ساتھ دروازہ کھول دیا۔ اس نے دیکھا باہر ایک درمیانے قد کا ادھیڑ عمر آدمی کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں پر عینک تھی:

"کیا خان رحمان یہیں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں! فرمائیے۔"

"ان کے نام یہ رقعہ ہے۔ کسی نے مجھے دیا تھا کہ یہاں پہنچا دوں۔ وُہ خود کار پر تھے۔ اور شاید جلدی میں۔" اس نے کہا۔

"اوہ اچھا۔" محمود نے کہا اور لفافہ لے لیا۔

دستک دینے والا جانے کے لیے مُڑ گیا۔ وُہ اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ جب کئی قدم دُور چلا گیا تو فرزانہ نے کہا:

"کیا خیال ہے۔ اس کا تعاقب کیا جائے؟"

"ہاں! تعاقب کرنا چاہیے۔ فارُوق تم جاؤ۔"

"بہت بہتر! میرا کیا ہے۔ مَیں چلا جاتا ہوں۔" اس نے کہا اور قدم اُٹھا دیے۔

اب محمود نے دروازہ بند کیا اور اس لفافے کو کھولا۔ اس میں سے ایک کاغذ نکلا، کاغذ پر یہ الفاظ لکھے نظر آئے:

"ایک کروڑ کی رقم لے کر آپ خود گل فشاں ٹیلے

پر آ جائیں۔ اگر کسی کو ساتھ لائیں گے یا آپ
کے تعاقب میں کچھ لوگ آئیں گے تو انجکشن نہیں
ملے گا۔ ایک کروڑ کی رقم بھی وصول نہیں کی
جائے گی۔ پھر آپ کا بیٹا حامد مرتے دم تک
اسی حالت میں رہے گا۔"

الفاظ پڑھ کر انھوں نے ایک دُوسرے کی طرف دیکھا:

"یہ گل فشاں ٹیلا کہاں ہے بھئی؟" خان رحمان نے بوکھلا
کر کہا۔

"پپ۔ پتا نہیں۔ نقشہ دیکھنا پڑے گا شہر کا۔" محمود نے
کہا۔

پھر تینوں نقشہ نکال کر اس پر جھک گئے۔ آخر کئی
منٹ کی تلاش کے بعد ایک جگہ گل فشاں ٹیلا لکھا ہوا نظر
آ گیا۔ شہر کی جنوبی سمت میں کوئی جگہ تھی۔

"کیا خیال ہے۔ اب کیا کیا جائے؟"

"آپ جا کر رقم دے آئیں۔ انجکشن لے آئیں۔ اِس
وقت ہمیں یہی کرنا ہو گا۔ جب آپ لوٹ آئیں گے تو
پھر ہم گل فشاں ٹیلے پر جا کر جائزہ لیں گے۔" فرزانہ نے
فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔ خان رحمان نے محمود کی طرف دیکھا،
اس نے بھی سر ہلا دیا۔ گویا اس کی مرضی بھی یہی تھی۔

خان رحمان رقم لے کر روانہ ہو گئے۔ ایک گھنٹے بعد ان
کی واپسی ہوئی۔ حامد کو انجکشن لگایا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے
وُہ اصل حالت پر آنے لگا۔

"لیجیے اب ہم جا رہے ہیں، کیوں کہ اب اسے ہمارے وہاں
جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔"

دونوں باہر نکلے اور کار میں گل فشاں ٹیلے کی طرف روانہ
ہو گئے۔ فارُوق ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ ٹیلا انھیں فوراً
ہی مل گیا۔

ٹیلے سے کچھ فاصلے پر انھوں نے کار روک لی۔ یہ کھلے
میدان میں ایک چٹان نما مٹی کا ٹیلا تھا۔ گویا اس پر کھڑے
ہو کر چاروں طرف یہ دیکھا جا سکتا تھا کہ آنے والا اکیلا
آ رہا ہے۔ یا کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر آ رہا ہے۔

"حیرت ہے۔ کیا اس شخص نے ایسی جگہ بھی پہلے سے
دیکھ رکھی تھی؟" محمود بڑبڑایا۔

"معلوم تو ایسا ہوتا ہے جیسے وُہ بہت عرصے سے اس
منصوبے پر عمل کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔"

وُہ ٹیلے کی طرف قدم اُٹھانے لگے۔ بغور اس کا چکر لگایا،
پھر اس پر چڑھ گئے۔ اچانک فرزانہ نے جھک کر ایک چیز

MALIK JI
8-Aug-14

۱۴۳

MALIK JI
8-Aug-14

اٹھا لی۔ اس کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی۔

★

فاروق عینک والے کے پیچھے فاصلے پر رہ کر قدم اُٹھا رہا تھا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھے بغیر سیدھا چلا جا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا۔ جیسے اسے کوئی جلدی نہ ہو۔ اور کسی سے کوئی غرض نہ ہو۔ دس منٹ تک چلتے رہنے کے بعد اچانک ایک کار اس کے پاس آ کر رکی۔ وہ بلا کی تیزی سے کار میں بیٹھ گیا۔ اور کار یہ جا۔ وہ جا۔ فاروق دھک سے رہ گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس طرح اچانک کوئی کار اس کے پاس آ کر رُکے گی اور وہ اس میں بیٹھ رفو چکر ہو جائے گا۔ اس نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا، دُور دُور تک کوئی ٹیکسی نہیں تھی۔ گویا کار اس کے پاس آ کر رُکی ہی اس وقت تھی۔ جب آس پاس تو کیا۔ دُور دُور تک کوئی ٹیکسی نہیں تھی۔

"دھت تیرے کی۔ اتنے چالاک لوگ۔" فارُوق نے منہ بنایا اور واپس مڑا، لیکن اسی وقت اس طرف سے ایک ٹیکسی آتی نظر آئی۔ اس کا چہرہ چمک اُٹھا۔ اس نے

فوراً ہاتھ اُٹھا دیا۔ ٹیکسی یک دم اس کے پاس رُکی۔ فارُوق نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ کچھ کہے بغیر اس میں بیٹھ گیا:

"جی۔ فرمائیے۔ کہاں چلنا ہے؟"

"سیدھے چلیے۔ اور ذرا جلدی۔"

اُس نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

"اِس رفتار سے کام نہیں چلے گا جناب۔"

"کیوں۔ کیا بات ہے؟"

"میرے ایک مہربان اپنی کار میں آگے نکل گئے ہیں۔ لیکن صرف ایک منٹ پہلے۔ مجھے ان تک پہنچنا ہے۔ آپ نے اگر کار کو پکڑ لیا تو میری طرف سے انعام کے بھی حق دار ہوں گے۔"

"اگر یہ بات ہے۔ تو پھر یہ لیجیے۔"

اُس نے پُر جوش انداز میں رفتار بڑھا دی۔ اور اس میں اضافہ کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ فارُوق کو خوف محسوس ہونے لگا، لیکن شاید وہ بہت ماہر ڈرائیور تھا۔ ایسے میں اس نے کہا:

"آپ نے یہ نہیں بتایا کہ انعام کیا دیں گے؟"

"آپ کی اُمید سے بڑھ کر۔" فارُوق بولا۔

"اُمید تو میری ایک ہزار روپے کی ہے۔"

"کچھ لالچی لگتے ہیں بھئی" فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ اندازہ تو آپ کا درست ہے" اُس نے بغیر کسی جھجک کر کہا۔

"تب پھر — ایک ہزار میں سودا کر لیتے ہیں — اگر سفید کار پکڑی گئی — تو ایک ہزار دے دوں گا — ورنہ کرایہ بھی نہیں ملے گا" فاروق بولا۔

"منظور" اس نے کہا اور رفتار اور بڑھا دی۔

"کہیں ایکسیڈنٹ نہ کر دینا بھئی"

"فکر نہ کریں — میں کاروں کی دوڑ کے بہت سے مقابلے جیت چکا ہوں"

"بھئی واہ — پھر تو میں اسے اپنی خوش قسمتی کہوں گا — کہ آپ مجھے مل گئے"

"بلکہ میں تو اسے اپنی خوش قسمتی خیال کر رہا ہوں — بیٹھے بٹھائے ہزار روپیہ — ارے — وہ رہی آپ کی سفید کار" اس نے چونک کر کہا۔

فاروق نے کار کو دیکھا تو چہرہ چمک اُٹھا — وہی تھی — اور مزے کی بات یہ کہ اس وقت ایک کوٹھی میں داخل ہوتی نظر آئی تھی —

"لیجیے جناب — ساتھ ہی منزل بھی آگئی — اب نکالیے میرا

MALIK JI
8-Aug-14

ہزار روپیہ"

"ہاں! کیوں نہیں" اس نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈالا — دوسرے ہی لمحے اس کی سٹی گم ہو گئی — پرس جیب میں نہیں تھا:

"ارے! میرا پرس" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"دیکھیے جناب — بہانہ نہیں چلے گا — ہزار روپیہ تو میں لے کر رہوں گا — یہ تو میں ہی تھا — جس نے کار کو پکڑ دیا — کوئی اور ہوتا تو ایسا نہ ہو سکتا"

"ہاں! آپ ٹھیک کہ رہے ہیں —— آپ کو ہزار روپیہ ملے گا — لیکن اب مجھے آپ کی گاڑی میں ہی واپسی کا سفر بھی کرنا پڑے گا — میں ذرا اپنے اس مہربان سے دو دو باتیں کر آؤں"

"ضرور ضرور — کیوں نہیں — لیکن ایک بات یاد رکھیے گا" اس نے جل کر کہا۔

"اور وہ کیا؟" فاروق اس کی طرف مُڑا۔

"یہ کہ میں آپ کو بھاگنے نہیں دوں گا — ہزار روپے لے کر ہی جان چھوڑوں گا"

"آپ وہم میں مبتلا ہو گئے — میں جان بچا کر بھاگنے کے چکر میں نہیں ہوں — پرس واقعی کہیں گر گیا ہے — خیر —

MALIK JI
8-Aug-14

آپ کے اطمینان کے لیے میں اپنی گھڑی اور کارڈ آپ کے پاس بطورِ
امانت رکھ رہا ہوں۔ غور سے دیکھ لیں اسے۔ کون سی گھڑی
ہے اور کتنے کی آجاتی ہو گی۔" فاروق نے بھی جل بُھن کر کہا اور
گھڑی اُتار کر اسی کی طرف اچھال دی۔

"ہُنہ۔ گھڑی۔ ہو گی دو چار سو کی۔ میں ایسی چالوں کو
خوب سمجھتا ہوں، لیکن چھوڑوں گا نہیں۔" یہ کہتے وقت اس نے
گھڑی اُٹھا لی۔ اور پھر زور سے چونکا، کیوں کہ اس قسم کی
گھڑی دس ہزار سے کم کی تو آتی ہی نہیں تھی۔

ادھر فاروق تیز تیز قدم اٹھاتا اس کوٹھی کے نزدیک ہوتا
جا رہا تھا۔

مُقابلہ

"سُنو اکرام۔ ان گیارہ کوٹھیوں میں سے ایک یا دو کوٹھیاں
ضرور ہمارے مُجرم کی ہیں۔ اس نے ہمیں فائرنگ کے چکر
میں اُلجھا لیا ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس
کوٹھی میں سے ہیروئن غائب کر دی جائے۔ تاکہ ہم کچھ
ثابت نہ کر سکیں۔ رہ گئے یہ فائرنگ کرنے والے۔
جوں ہی انھیں اس کی طرف سے اشارہ ملے گا۔ یہ غائب ہو جائیں
گے۔ اور اس کے بعد ہم چاہے جتنا سر پٹکیں۔ ہمیں کوٹھی میں
سے ہیروئن نہیں ملے گی۔"

"اوہ۔ واقعی۔ آپ نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا۔ لیکن سوال
یہ ہے کہ ہم کیا کریں؟"

"ان سے سادہ لباس والے اُلجھتے رہیں گے۔ ہم گیارہ کی
گیارہ کوٹھیوں کا جائزہ لیں گے۔ آؤ۔"

وہ جُھکے جُھکے۔ ایک کوٹھی تک پہنچے۔ پہلے اس کے اردگرد

MALIK JI
8-Aug-14

چکر لگایا — پھر دُوسری کی طرف بڑھے — اسی طرح گیارہ کی
گیارہ کوٹھیاں انھوں نے چکر لگا کر دیکھ لیں، لیکن کسی میں
کوئی گڑبڑ نظر نہ آ سکی:

"نہیں اکرام — باہر سے گڑبڑ نظر نہیں آئے گی، گڑبڑ
کسی ایک کے اندر ہے۔"

"آپ کا خیال ٹھیک ہے، لیکن جب تک ہم گیارہ کی گیارہ
کوٹھیوں کو چیک کریں گے — اس وقت تک وہ اپنا کام نکال
لیں گے۔" اکرام نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"یہ ضروری نہیں — کہ ہم سب سے آخر میں ہی مُجرم کی
کوٹھی کو چیک کریں — یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ پہلی ہی کوٹھی
مجرم کی ثابت ہو جائے۔" انھوں نے پُرجوش انداز میں کہا
اور آگے بڑھ کر ایک کوٹھی کے دروازے پر دستک دے
ڈالی — گولیاں کوٹھیوں تک آ رہی تھیں، لہٰذا ایسے میں دروازہ
کیا کھلتا؛ تاہم اندر سے کسی نے پوچھا:

"کون ہے؟"

"دروازہ کھولیے — ہمارا تعلق پُولیس سے ہے — یہ فائرنگ
آپ کر رہے ہیں؟"

"فائرنگ اور ہم — ارے باپ رے — یہ آپ کیا کہ رہے
ہیں — ہم تو دبکے بیٹھے ہیں۔"

"مہربانی فرما کر فوراً دروازہ کھول دیں — ہم بس ایک نظر
اندر ڈالیں گے۔"

"اور اگر دروازہ کھولتے ہی کوئی گولی اندر آ گئی؟"

"گولیاں کوٹھیوں کے صرف دروازوں تک آ کر گر رہی
ہیں — اندر داخل نہیں ہو سکیں گی — ورنہ ہم یوں بےخطر
نہ کھڑے ہوتے۔"

"ہوں — اچھا — آپ لوگوں کی ذمے داری پر کھول رہے ہیں،
کوئی نقصان پہنچا تو آپ ذمے دار ہوں گے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" انسپکٹر جمشید مُسکرائے۔

جُوں ہی دروازہ کھلا — وہ اندر داخل ہو گئے — اور دروازہ
بند کر لیا — لیکن اندر عورتیں، بچے اور مرد دیکھ کر انھوں نے
فیصلہ کر لیا کہ یہ کوٹھی مجرموں کی نہیں ہو سکتی —

"آپ کو ہم نے زحمت دی — دراصل ان گیارہ کوٹھیوں
میں سے ایک، ایک بہت بڑے مُجرم کی ہے۔"

"اوہ — یہ بات تو ہم پہلی بار سُن رہے ہیں۔" مرد نے گھبرا
کر کہا —

"آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" یہ کہ کر وہ باہر نکل آئے
اور دُوسری کوٹھی کی طرف بڑھے — اسی طرح وہ باری باری
کسی نہ کسی طرح ایک ایک کوٹھی دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے

MALIK JI
8-Aug-14

چلے گئے۔ چھٹی کوٹھی میں داخل ہوئے تھے کہ فائرنگ کی آوازیں یک لخت رک گئیں۔ انھیں بہت حیرت ہوئی۔

"پتا نہیں۔ کیا بات ہے۔ فائرنگ کیوں رک گئی ہے؟"

"کوٹھی صاف کر دی گئی۔ اب انھیں فائرنگ کا ڈھونگ رچانے کی کیا ضرورت ہے۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"اور ہمیں ابھی پانچ اور چیک کرنا ہیں۔"

چھٹی کوٹھی میں بھی انھیں کچھ نہ ملا۔ اس طرح ایک ایک کرکے انھوں نے سب دیکھ ڈالیں، لیکن کسی میں کوئی قابلِ اعتراض چیز نہ ملی۔

"اب کیا کریں بھئی؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اتنی لمبی چوڑی کوشش کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ کمال ہے۔" اکرام بڑبڑایا۔

"یہ نئے لوگ نہیں ہیں اکرام۔ پرانے اور گھاگ لوگ ہیں۔ پتا نہیں ایسے کتنے تجربات انھیں ہو چکے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں بتاتا ہوں۔" انھوں نے دبی آواز میں کہا اور اکرام کو کوٹھیوں سے کافی دور لے آئے۔

"یوں کام نہیں چلے گا اکرام۔ بہت ہی خفیہ طریقے سے اور بہت ہی ماہر ماتحتوں کے ذریعے راتوں کو ان کوٹھیوں کی نگرانی کرانا ہو گی۔ ہمیں جس کوٹھی کی تلاش ہے،

یا تو اس میں تہ خانہ موجود ہے۔ جس میں تمام ہیروئن چھپائی گئی ہے۔ یا پھر۔ اس کوٹھی سے باہر نکلنے کا کوئی خفیہ راستا ہے۔ ہیروئن کو اس راستے سے غائب کیا گیا ہے۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہمارا چھاپہ ناکام گیا۔"

"ہاں! اس کے علاوہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔" انھوں نے کندھے اچکا دیے اور وہاں سے واپس مڑے۔

"ڈاکٹر صبوری۔ تم کہاں ہو۔ میری اب تک کی کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا، آواز سے بہت دکھ جھانک رہا تھا۔

"خیر تو ہے سر۔ آپ بہت جذباتی ہو رہے ہیں۔" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"مجھے اس بوڑھی ماں کا خیال ستا رہا ہے۔"

"لیکن سر۔ اس اغوا کو تو چھے ماہ ہو چکے ہیں۔ ایک دو دن اور لگ جانے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔"

"مجھ سے نہیں برداشت ہو رہا اکرام۔ خیر۔ اب ذرا گھر کی بھی خبر لے لیں۔ مجھے تو نواب زرقان کے ہاں بھی پہنچنا تھا۔ اب تو وہاں بھی پروگرام ختم ہو چکا۔ لہٰذا گھر ہی جانا چاہیے۔ کیا خیال ہے۔ اب تم بھی اپنے گھر جانا پسند کرو گے۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔"

"ٹھیک ہے — تم بھی چلو۔ ضرورت پڑی تو بلا لوں گا۔"

وہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ فائرنگ کرنے والوں میں سے ایک آدمی بھی ہاتھ نہیں لگ سکا تھا۔ آس پاس کا جائزہ لینے پر بھی کچھ نہ مل سکا۔ اب اکرام کے چند بہت ہی ہوشیار ماتحت ان گیارہ کوٹھیوں کی نگرانی کر رہے تھے۔

انسپکٹر جمشید جوں ہی گھر پہنچے۔ بیگم جمشید کی زبانی انتہائی حیرت انگیز ترین واقعات سُن کر دھک سے رہ گئے، پھر انھوں نے خان رحمان کو فون کیا، ان سے حالات سُنے۔ پروفیسر داؤد کو فون کرکے ان کی اور شائستہ کی خیریت معلوم کی۔ پھر آئی جی صاحب کو فون کیا۔ ان کا حال سب سے بُرا تھا۔ کیوں کہ مجرم نے ان کو تو انجکشن دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ ان کی کہانی بھی سُنی۔ خان رحمان سے انھیں محمود اور فرزانہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ گل فشاں ٹیلے کی طرف گئے ہیں۔ وہ انھیں فون نہیں کر سکتے تھے۔ اور فاروق کا پتا ہی نہیں تھا کہ کہاں ہے۔ لہٰذا ان کا انتظار کرنے کے سوا کیا کر سکتے تھے۔ ایسے میں انھیں ایک خیال آیا اور ایک بار پھر انھوں نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے:

"ہیلو سر — آپ اپنی ڈائریوں میں دیکھ دیکھ کر اپنے بدترین دشمنوں کے نام اور پتے ایک کاغذ پر لکھنا شروع کر دیں۔"

"اس سے کیا ہوگا جمشید۔ تم کتنے آدمیوں کو چیک کرو گے؟"

"وہ میں کر لوں گا سر۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"اچھا تو پھر میں فہرست بنا رہا ہوں۔ تم آدھ گھنٹے تک وصول کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے سر۔ میں وہیں آ رہا ہوں۔"

"بہت اچھا۔"

ریسیور رکھ کر وہ بیگم جمشید کی طرف مڑے:

"میں آئی جی صاحب کے ہاں جا رہا ہوں۔ ان میں سے کوئی بھی آئے۔ ادھر ہی بھیج دینا۔ یا وہ یہاں سے مجھے فون کر لیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

آئی جی صاحب کا رنگ اڑا ہوا تھا:

"جمشید۔ دوسروں کو تو ایک کروڑ دے کر انجکشن مل جاتا ہے۔ اور وہ اپنی اولاد کو اصلی حالت پر لے آئے ہیں، لیکن میرا کیا بنے گا۔"

"آپ فکر نہ کریں سر۔ میرے خیال میں اس نے سب

MALIK JI
8-Aug-14

سے بڑی غلطی یہی کی ہے ۔ کہ آپ کو اُلجھا لیا ہے ۔ اور ساتھ
میں یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ اس نے ایسا انتقاماً کیا
ہے ۔ آپ کی ڈائریاں دیکھ کر ہم بہت جلد یہ اندازہ لگا سکتے
ہیں کہ آپ کا بدترین دشمن کون ہو سکتا ہے۔"

"لیکن جمشید ۔ میرے دشمنوں میں کوئی سائنس دان یا ڈاکٹر قسم
کا آدمی نہیں ہے ۔ اور یہ کام کسی ڈاکٹر کا ہے۔"

"میں اس وقت ایک اور نظریے پر کام کر رہا ہوں
سر۔"

"اور وہ نظریہ کیا ہے؟" انھوں نے جلدی سے پوچھا۔

"یہ کہ ۔ نہیں سر ۔ پہلے میں ڈائریاں دیکھ لوں ۔ اور محمود،
فاروق اور فرزانہ سے مل لوں ، پھر بتاؤں گا۔"

"تمھاری مرضی ۔ ویسے یہ تمھاری پرانی عادت ہے۔" وہ مشکل
سے مسکرائے ۔

"کھل کر مسکرائیے سر ۔ اللہ آپ کی پریشانی دور کرے گا۔"

"اچھا ۔ کوشش کروں گا۔" اس نے پھر مسکرا کر کہا اور
اس بار کی مسکراہٹ پہلے کی نسبت جان دار تھی ۔

انسپکٹر جمشید ان کی ڈائریوں میں گم ہو گئے ۔ بدترین دشمنوں
کی جو فہرست آئی جی صاحب نے تیار کی تھی ۔ وہ اس فہرست
کے مطابق ڈائریوں کو پڑھتے چلے گئے ۔ اور پھر انھوں نے اس

MALIK JI
8-Aug-14

میں سے تین نام الگ کر لیے :

"لیجیے سر ۔ میرے خیال میں وہ شخص ان تین میں سے
ایک ہے۔"

وہ ان تین ناموں پر جھک گئے اور بڑبڑائے :

"راٹو ۔ گیٹو ۔ اور فوکٹ ۔ واقعی جمشید ۔ ان کو بہت زبردست
دشمنی رہی ہے مجھ سے ۔ لیکن ان میں سے ایک بھی ڈاکٹر یا
سائنس دان نہیں ہے ۔ یہ ۔ یہ تینوں تو بس ہیروئن کے
سمگلر ہیں ۔ بہت بڑے سمگلر ۔ کئی بار کے سزا یافتہ ۔
اور اب مدت سے زیرِ زمین جا چکے ہیں۔"

"یہ تو ہمارا خیال ہے نا سر ۔ کہ یہ لوگ زیرِ زمین چلے
گئے ہیں ۔ جب کہ میں کہتا ہوں ۔ یہ لوگ بدستور اپنا گھناؤنا
کاروبار کر رہے ہیں ، لیکن نئے ناموں کے ساتھ ۔ اور یہ نام
بھی تو ان کے اصلی نام نہیں ہیں ۔ بالکل فرضی ہیں ۔ آپ کا
کیا خیال ہے سر؟"

"بالکل ٹھیک ۔ یہی بات ہے۔"

"تب آپ فکر نہ کریں ۔ میں اور اکرام مل کر ان کا سراغ
لگا ہی لیں گے۔"

"لیکن جمشید ۔ تم نے میرے سوال کا ابھی تک جواب نہیں
دیا ۔ میں نے کہا ہے ۔ یہ نہ تو سائنس دان ہیں اور نہ

ڈاکٹر۔ جب کہ یہ وارداتیں کوئی عام قسم کا مجرم نہیں کر رہا۔"

"ہوں! دراصل میں چاہتا تھا کہ اس سوال کا جواب..."

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔ اور وہ چونک اُٹھے۔

★

"کیا ہے فرزانہ؟" محمود نے جلدی سے پوچھا۔

"سگریٹ کا ٹکڑا۔ ہمارا مجرم سگریٹ کا بہت شوقین معلوم ہوتا ہے۔ یہ دیکھو۔ یہاں اور بھی کئی ٹکڑے پڑے ہیں۔"

"شاید وہ انتظار کرتے ہوئے جلدی جلدی سگریٹ پھونکنے کا عادی ہے۔" محمود بولا۔

"ہاں! میں بھی یہی کہنے والی تھی۔" فرزانہ نے کہا اور پھر انھوں نے وہ سب ٹکڑے جمع کر لیے۔ ایک ہی قسم کے تھے اور بُو بھی عجیب سی تھی۔

"یہ بُو ۔۔ میں پہلے بھی سونگھ چکی ہوں۔" فرزانہ نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"لیکن۔ لیکن کہاں؟"

"شش۔ شاید۔ نواب صاحب کی دعوت میں۔"

"لیکن وہاں تو بہت سے مہمان تھے۔"

MALIK JI
8-Aug-14

"ہاں۔ لیکن تم فکر نہ کرو۔ اس عجیب بُو نے مجھے وہاں پر پریشان کیا تھا۔ اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ وہ سگریٹ کس کے ہاتھ میں تھا۔" فرزانہ پر جوش طاری ہو گیا۔

"کیا کہا۔ یاد آ رہا ہے؟" محمود چلّایا۔

"ہاں! بالکل۔" اس نے فوراً کہا۔

"میرا مطلب ہے۔ یاد آ چکا ہے۔ یا ابھی یاد آ رہا ہے؟"

"بس قریب قریب یاد آ چکا ہے۔"

"تو پھر بتاؤ نا بھئی۔" محمود بے چین ہو گیا۔

"ابھی نہیں۔ ہمیں یہاں سے فوراً چل دینا چاہیے۔ یہ تو ہم محسوس کر ہی چکے ہیں کہ ایک پورا گروہ اس کام میں لگا ہوا ہے۔ کہیں اس نے یہاں بھی آس پاس اپنے آدمی نہ چھپا رکھے ہوں۔"

"اوہ ہاں واقعی۔" محمود نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"ہم سیدھے گھر جائیں گے۔ اب ابّا جان سے ملاقات کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔"

"بہت پُراسرار ہو رہی ہو۔" محمود نے اسے گھورا۔

"کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

وہ واپس مڑے۔ دُور دُور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا،

MALIK JI
8-Aug-14

یہ دیکھ کر فرزانہ کو اطمینان کا احساس ہوا، لیکن پھر جوں ہی وُہ کار کے نزدیک پہنچے۔ ایک آواز نے اس کا سارا اطمینان چھین لیا:

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو بھئی؟"

اُنھوں نے بوکھلا کر سامنے دیکھا۔ ان کی طرف تین پستول اُٹھے ہوئے تھے۔ اور ارد گرد دس کے قریب آدمی تھے ایک سیکنڈ کے اندر فرزانہ نے ایک فیصلہ کیا۔ بلا کی تیزی سے فضا میں اُچھلی اور ان کے پیروں کے پاس جا کر گری۔ وُہ گڑبڑا گئے۔ اب اگر محمود فائدہ نہ اُٹھاتا تو کب اٹھاتا۔ اس نے بھی ان کی طرف چھلانگ لگا دی۔

دشمن پستول چلانا بھول گئے۔ وُہ ایک دُوسرے سے بھڑ گئے۔ گتھم گتھا ہو گئے۔ مکّے اور لاتیں چلنے لگیں۔ البتّہ تین دشمن پستول ان کے سروں پر مارنے کی بار بار کوشش کر رہے تھے۔ اور انھیں بار بار جھکائی دے کر خود کو بچانا پڑ رہا تھا۔ وُہ قریباً دس آدمیوں سے لڑ رہے تھے۔ وُہ جھکائی پر جھکائی دے رہے تھے۔ اور انھیں تگنی کا ناچ نچا رہے تھے۔ ایسے میں ایک دشمن نے کہا:

"ان پر پستول کھینچ مارو۔"

"ہاں ضرور۔ کیوں نہیں۔ ہمیں ویسے بھی ایک عدد پستول کی

بہت ضرورت ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

تین پستول بیک وقت ان پر کھینچ مارے گئے۔ لیکن وُہ خود کو صاف بچا گئے۔ یہ اور بات ہے کہ پستول اٹھانے کی مہلت انھیں نہ مل سکی، کیوں کہ دشمن راستے میں آ گئے تھے۔ ساتھ ہی انھی تین نے چکر کاٹ کر پستول پھر اٹھا لیے۔ اور ایک بار پھر وُہ پستول کھینچ مارنے کے لیے پَر تولنے لگے۔ جُوں ہی انھیں موقع ملا۔ پستول دے مارے، محمود اور فرزانہ پر اب جھنجلاہٹ سوار ہو چلی تھی۔ انھوں نے بچنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ پستولوں کو کیچ کرنے کے لیے ہاتھ اُٹھا دیے۔ انھیں چوٹ تو بہت لگی، لیکن پستول اُنھوں نے ہاتھوں سے نکلنے نہ دیے۔ دُوسرے ہی لمحے انھوں نے پستول سیدھے کیے اور ٹریگر دبا دیے۔ لیکن یہ کیا۔ ان میں تو گولیاں تھیں ہی نہیں۔ اب انھوں نے پستول نال کی طرف سے پکڑ لیے اور بلا کی رفتار سے ان پر ٹوٹ پڑے۔ آن کی آن میں انھوں نے کئی کے سر پھوڑ کر رکھ دیے۔ دشمن پر اب بوکھلاہٹ سوار ہو چکی تھی۔ اتنے پھرتیلے بچّوں سے شاید پہلی بار واسطہ پڑا تھا۔ جلد ہی وُہ لمبے لیٹے نظر آئے۔

"بہتر یہی ہے کہ انھیں باندھ کر یہاں چھوڑ جاتے ہیں۔

MALIK JI
8-Aug-14

محمد حسین آزاد کو بھیج کر منگوا لیں گے۔" فرزانہ بولی۔

" یہ ٹھیک رہے گا۔" محمود جلدی سے بولا۔

اور اس طرح وہ واپس روانہ ہوئے۔ سیدھے گھر پہنچے۔ وہاں سے جوں ہی انہیں معلوم ہوا کہ ان کے والد آئی جی صاحب کے ہاں موجود ہیں۔ اور اُن کا بیٹا بھی چھ انچ کا ہو گیا ہے تو وہ اُسی وقت اُدھر دوڑ پڑے۔

خبردار

فاروق نے کوٹھی کا ایک چکر لگایا۔ پشت پر اس کا دوست موجود تھا۔ اپنے دوست کو دیکھ کر وہ مسکرا دیا اور جوتے اتار کر چڑھنے لگا، چھت پر پہنچ کر اس نے پہلے نیچے جھانک کر دیکھا۔ صحن میں کوئی نہیں تھا، پھر وہ زینے کی طرف بڑھا۔ دروازہ بند نہیں تھا۔ وہ دبے پاؤں نیچے اُترنے لگا۔ ایک کمرے میں باتیں کرنے کی آواز سُنائی دی۔ اس کے قدم دروازے کی طرف اُٹھ گئے۔ پھر کان دروازے سے جا لگے:

" اب تک ہمارے تمام نشانے بالکل ٹھیک بیٹھے۔ سب لوگوں سے ایک ایک کروڑ روپے کی رقمیں وصول ہو گئیں۔"

" کمال ہے استاد۔ یہ کام تو ہیروئن کے کاروبار سے بھی بہت اچھا اور نفع بخش ہے۔"

" باس کے ذہن کی داد دو بھئی۔" استاد کی آواز سُنائی دی۔

"ہوں واقعی۔اب کیا حکم ہے؟"

"ہدایات کا انتظار ہے۔ جوں ہی ہدایات ملیں۔ ہم پھر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔" استاد بولا۔

فارُوق نے چند سیکنڈ کے لیے سوچا، پھر اُلٹے قدموں واپس مُڑا چھت پر پہنچا اور پائپ کے ذریعے نیچے اُترنے لگا، ٹیکسی ڈرائیور اونگھ رہا تھا۔اسے دیکھ کر چونک اُٹھا:

"ایک ہزار روپے۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! ملیں گے۔ لیکن ایک ہزار نہیں۔ ایک ہزار سے زائد۔" فارُوق نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وُہ چونکا۔

"اب آپ کو ایک کام کرنا ہو گا۔"

"کیسا کام۔کہیں آپ پھر کوئی چکر تو نہیں چلانے والے؟"

"ہائیں۔میں نے آپ سے کون سا چکر چلایا؟"

"نقلی شارالا گھڑی مجھے دے کر چلے گئے تھے۔ میں جانتا ہوں۔اصلی شارالا دس ہزار سے کم کی نہیں ہوتی۔ لیکن اصلی ہو تب۔نقلی تو دو تین سُو کی مل جاتی ہے۔"

"لیکن بھئی۔تم گھڑی ساز نہیں ہو۔ نہ گھڑیوں کا کاروبار کرتے ہو۔خیر سُنو۔تم فوراً کسی فون بوتھ تک جاؤ۔میرے کارڈ پر لکھے نمبر رنگ کر کے یہ پیغام دے دو۔ کہ فارُوق

MALIK JI
8-Aug-14

کو اس جگہ مدد کی ضرورت ہے۔ یہ علاقہ کیا کہلاتا ہے؟"

"رام پور۔"

"شکریہ۔ جلدی کرو۔میں یہاں سے نہیں ہل سکتا۔اندر گڑبڑ ہے۔"

"کک۔کیسی گڑبڑ۔کوئی قتل وتل تو نہیں ہو گیا؟"

"ارے نہیں۔لیکن تم ذرا جلدی کرو۔"

"بہت بہتر۔فون کے پیسے ہزار روپے میں شامل کر لیجیے گا۔" اس نے جاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں۔تم فکر نہ کرو۔"

وُہ ٹیکسی لے کر چلا گیا، پھر جلد ہی اس کی واپسی ہوئی:

"پیغام دے دیا ہے۔مدد جلد پہنچے گی۔"

"بہت بہت شکریہ۔" اس نے کہا۔

"لیکن۔میں کب تک انتظار کر سکتا ہوں؟"

"یہ کام مُلک اور قوم کا کام ہے۔اس کوٹھی میں کچھ جرائم پیشہ لوگ موجود ہیں۔تم نے شاید میرا کارڈ اب تک پڑھ کر نہیں دیکھا۔"

"نہیں۔" اس نے کہا۔

"تو پھر پڑھ کر دیکھ لو۔تاکہ ذہن میں کوئی اُلجھن نہ رہے۔"

اُس نے کارڈ پڑھا اور پھر حیران ہو کر بولا:

MALIK JI
8-Aug-14

"یہ کیا — آپ — آپ تو انسپکٹر جمشید کے بیٹے ہیں۔" اس نے تیز آواز میں کہا۔

"ہاں! لیکن اپنی آواز ذرا نیچی رکھو — شاید تمھیں معلوم نہیں کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"اوہ — دد — دیواریں۔" وہ ہکلایا۔

"نہیں — صرف دیواریں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

پھر بیس منٹ بعد کچھ سادہ لباس والے انہیں اپنی طرف بڑھتے نظر آئے۔ فاروق نے کوٹھی کی طرف اشارہ کیا اور بولا:

"بہت ہی احتیاط سے نگرانی کرنا ہے۔ اور اگر اس میں سے کچھ لوگ نکل کر کہیں جائیں تو ان کا تعاقب کیا جائے گا۔"

"بہت بہتر جناب۔" محمد حسین آزاد نے فوراً کہا۔

"آؤ بھئی چلیں۔" فاروق نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"لیکن اب آپ ٹیکسی میں کیوں جا رہے ہیں — کوئی جیپ لے جائیں۔" محمد حسین آزاد نے کہا۔

"نہیں — مجھے ذرا ان کا حساب کتاب چکانا ہے۔"

"نہیں جناب — وہ تو میں مذاق کر رہا تھا۔" اس نے گھبرا کر کہا، پھر یاد آنے پر بولا:

"یہ لیجیے اپنی گھڑی اور کارڈ۔"

"کیا مطلب — یہ گھڑی اس کے پاس کیوں ہے؟"

"مجھے ان کا کرایہ ادا کرنا تھا — اور میرا پرس کہیں گر گیا ہے — ان کے اطمینان کے لیے گھڑی ان کے پاس رکھ دی تھی۔"

"بہت گھٹیا ہو تم۔" محمد حسین آزاد غرایا۔

"نہیں نہیں — انہیں کچھ نہ کہو بھئی — ان کا کوئی قصور نہیں، میں جاؤں گا بھی ان کی ٹیکسی میں — انھوں نے تو میری بہت مدد کی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ٹیکسی میں بیٹھ گیا — وہ سیدھا گھر آیا — اور ڈرائیور کو ٹھہرنے کا کہہ کر اندر چلا گیا، لیکن جب وہ پیسے لے کر باہر نکلا تو ڈرائیور جا چکا تھا — فاروق مسکرا کر رہ گیا — اب وہ پھر اندر آیا اور اپنی والدہ سے حالات معلوم کرتے ہی آئی۔جی صاحب کی طرف روانہ ہو گیا —

وہاں محمود اور فرزانہ پہلے ہی پہنچ چکے تھے — اور انسپکٹر جمشید ان کی کہانی سن چکے تھے؛

"اب تم بھی اپنی تفصیل سنا دو۔"

"جی ہاں! ضرور — کیوں نہیں۔" اس نے کہا اور پوری کہانی سنا دی —

MALIK JI
8-Aug-14

"یہ تم نے بہت اچھا کیا کہ ان لوگوں کو گرفتار نہیں کیا۔ صرف نگرانی کے لیے کہ آتے۔ خیر اب میں اپنی بات بھی تم لوگوں کو سنا دوں، کیوں کہ ڈاکٹر صبوری کے بارے میں تم لوگوں کو کچھ بھی معلوم نہیں۔"

"ڈاکٹر صبوری"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں!" انھوں نے کہا اور مکمل تفصیل انہیں سنا دی۔

وہ سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر محمود نے پُرجوش انداز میں کہا:

"یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ہمارا پُراسرار مجرم ڈاکٹر صبوری کو قید میں رکھ کر ان کی ایجاد سے غلط فائدہ اٹھا رہا ہے۔ ظاہر ہے۔ یہ ایجاد کسی اور مقصد کے تحت کی گئی تھی۔"

"ہاں: میں بھی اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ اب ہمارے پاس تین نام ایسے ہیں۔ جنھیں آئی جی صاحب سے بہت دشمنی ہے۔ وہ نام تم بھی سن لو۔ راٹو۔ گیٹو۔ فوکٹ۔"

"بڑے خوف ناک قسم کے نام ہیں۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"اب تم ناموں سے بھی ڈرو گے۔" فرزانہ جل گئی۔

"سنو۔ ان میں سے فوکٹ ہیروئن کا سب سے بڑا سمگلر

ہے۔ اور ڈاکٹر صبوری کی تلاش کے سلسلے میں یہ نام پہلے ہی ہمارے سامنے آچکا ہے۔ گویا۔ ہمارے مجرم کا نام فوکٹ ہے۔" انھوں نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔

"نام کچھ بھی ہو۔ ہمیں تو بس اسے گرفتار کرنا ہے۔ تاکہ اللہ کی مخلوق پریشانیوں سے بچ جائے۔ ورنہ نہ جانے وہ کس کس کی اولاد کو چھے چھے انچ کا بنا دے گا۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"فوکٹ نام اس کے آدمیوں سے بھول میں نکل گیا۔ ورنہ اب اس نے اپنا نام ظاہر بھائی رکھا ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ اب اس نے اپنا حلیہ بھی حد درجے تبدیل کر لیا ہو گا۔ آپ بھی اسے شاید ہی پہچان سکیں گے سر۔" اکرام نے کہا جو وہاں پہنچ چکا تھا۔

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" آئی جی بولے۔

"لیکن سر۔ ان گیارہ کوٹھیوں کی تلاشی تو ہم پہلے ہی لے چکے ہیں۔ اب ہم پھر وہاں کیا کر سکیں گے۔" اکرام نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

"ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔ فاروق کام دکھا آیا ہے۔"

"اب رہ گیا۔ فرزانہ کا سگریٹ اور اس کی بو۔" فاروق کو جیسے اچانک یاد آیا۔

"وُہ۔ وُہ میرا اندازہ تو اب غلط ہو گیا۔ اس برانڈ کا سگریٹ صِرف وُہی شخص تو نہیں پیتا ہو گا۔ بہرحال اب جب کہ مُجرم کا نام سامنے آ گیا ہے۔ یعنی فوکٹ۔ تو مَیں اس بے چارے کا نام نہیں لے سکتی۔ جس پر مجھے شک گزرا تھا۔"

"چلو سگریٹ کی تو چھٹی ہو گئی۔" محمود مُسکرایا۔

"اوہو۔ ایک خیال مجھے ابھی ابھی آیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"اور وُہ کیا جمشید؟" آئی جی بولے۔

"ہم نے شمالی کے میدان میں پہنچ کر جب سب سے پہلی کوٹھی کے دروازے پر دستک دی تھی تو اندر سے مُلازم باہر نکلا تھا۔ اور اس نے کوٹھی کے مالک کا نام رانا ساجا بتایا تھا۔ اس نے اسے جگانے سے انکار کر دیا تھا۔ ابھی ہم اسے مجبور ہی کر رہے تھے کہ فائرنگ شروع ہو گئی۔" انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"تو پھر۔ اس سے کیا ہوتا ہے ابا جان۔" فارُوق نے حیران ہو کر کہا۔

"مَیں سوچ رہا ہوں۔ کہیں رانا ساجا ہی تو فوکٹ نہیں ہے۔"

"اس کا امکان ہے، لیکن جمشید یہ ضروری نہیں ہے۔ فائرنگ کا پروگرام تو ان کا تھا ہی۔ انھوں نے فائرنگ اس لیے نہیں شروع کی تھی کہ تم رانا ساجا کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے تھے۔" آئی جی صاحب بولے۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ خیر دیکھیں۔ اس نگرانی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اب تو لے دے کر ہم نتیجہ نکلنے کا ہی انتظار کر سکتے ہیں۔"

وُہ انتظار کرتے رہے۔ آخر وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا۔ اکرام فوراً اس طرف متوجہ ہو گیا:

"ہیلو سر۔ اس کوٹھی میں سے تین آدمی ایک کار میں نکلے ہیں۔ ہم تعاقب شروع کر رہے ہیں۔"

"بہت خوب۔ ہم بھی آ رہے ہیں۔ فکر نہ کرو۔" اکرام بولا۔

اور وُہ آئی جی صاحب کو اللہ حافظ کہہ کر وہاں سے رخصت ہوئے۔ ان کی جیپ اس سمت میں بڑھ رہی تھی۔ جس سمت میں تعاقب ہو رہا تھا۔ ادھر سے برابر اشارہ ملتا رہا۔ یہاں تک کہ وائرلیس پر کہا گیا:

"ان کی کار شمالی کے میدان میں داخل ہو رہی ہے۔"

"اوہ۔ ویری گڈ۔ ہم بالکل ٹھیک جا رہے ہیں۔ بہت

MALIK JI
8-Aug-14

MALIK JI
8-Aug-14

احتیاط کی ضرورت ہے۔"

"فکر نہ کریں سر۔ ہم نے اپنی گاڑی کی لائٹیں بند کر رکھی ہیں۔"

"ویری گڈ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"لیجیے۔ کار بٹالی کے میدان تک پہنچ کر رک گئی ہے۔ اب وہ لوگ اتر رہے ہیں۔ ہمارے لیے اب کیا ہدایات ہیں۔"

"صرف یہ دیکھنا ہے کہ وہ کون سی کوٹھی میں داخل ہوئے ہیں۔ ویسے اب ہم بھی نزدیک پہنچنے والے ہیں۔"

"بہت بہتر سر۔"

سادہ لباس والوں کی جیپ کے پاس انھوں نے اپنی جیپ روک لی۔ وہاں صرف ڈرائیور موجود تھا:

"ابھی رپورٹ موصول ہو گی سر۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

اسی وقت وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا:

"یہ لوگ کوٹھی نمبر ۹ میں داخل ہوئے ہیں۔"

"بہت بہتر!" انسپکٹر جمشید بولے، پھر اپنے ساتھیوں سے کہا:

"آؤ بھئی۔"

وہ دبے پاؤں آگے بڑھتے چلے گئے:

"اکرام اپنے ماتحتوں کو ہدایات دے دو۔ وہ کوٹھی نمبر ۹ کے چاروں طرف موجود رہیں۔ اب کوئی اس میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اسے گرفتار کر لیا جائے۔ کوئی کوٹھی سے باہر نکلے تو اسے بھی نہ جانے دیا جائے۔"

"او کے سر۔" اس نے کہا اور پھر اپنے ماتحتوں کو دبی آواز میں ہدایات دینے لگا۔

یہاں تک کہ وہ کوٹھی نمبر ۹ کے بالکل سامنے پہنچ گئے:

"ہم گھنٹی نہیں بجائیں گے۔ فاروق کی خدمات حاصل کریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"وہ تو صاف ظاہر ہے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

اب وہ پچھلی طرف آئے۔ پائپ موجود تھا۔ فاروق کی باچھیں کھل گئیں۔ تیزی سے چڑھتا چلا گیا۔ اوپر پہنچ کر اس نے ان سب کو انتظار کرنے کا اشارہ کیا اور خود زینے کی طرف بڑھا۔ زینہ کھلا تھا، اگر بند ہوتا، تب بھی ان کے پاس رسی کی سیڑھی موجود تھی۔ وہ نیچے اتر گیا اور ایک پچھلا دروازہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ سب لوگ اس کے ذریعے اندر آ گئے۔

اب وہ دبے پاؤں آگے بڑھے۔ ایک ایک کمرے کے دروازے

پر کان لگا کر سن گن لیتے چلے گئے۔ ایک کمرے میں سے بہت
سی آوازیں اُبھرتی سُنائی دیں۔ انھوں نے ایک دُوسرے کی طرف
دیکھا، پھر فرزانہ نے دروازے سے کان لگا دیے۔

"بہت شان دار پروگرام رہا باس۔" کسی نے کہا۔

"لیکن یہ شان دار صرف اس وقت تک ہے۔ جب تک کہ
ہم ڈاکٹر صبوری کو اپنے قبضے میں رکھنے میں کامیاب ہیں۔ اور
اب تک اس کا کوئی سُراغ نہیں لگا سکا۔"

"واقعی۔ لیکن باس۔ ڈاکٹر صبوری آخر کہاں ہے؟"

"یہ راز میرے سوا کسی کو نہیں معلوم۔ اور نہ میں بتاؤں گا۔
تم نے سُنا نہیں دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"یس باس! یہ بات سُن تو رکھی ہے۔ پر کان کبھی دیکھے
نہیں۔" ایک نے کہا۔

"چُپ رہو۔ ورنہ سچ مچ کان دکھا دوں گا۔"

عین اُسی وقت اِنسپکٹر جمشید نے دروازے پر دستک دے
ڈالی۔ اندر یک لخت موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔ فرزانہ نے
تالے کے سوراخ میں سے دیکھا۔ وہ سب ایک دُوسرے کی
طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"کک۔ کون؟" کسی کے منہ سے نِکلا۔

"مُلاقاتی۔" انسپکٹر جمشید نے گھبرائی ہوئی آواز منہ سے نکالی۔

MALIK JI
8-Aug-14

"مُلاقاتی کون؟"

"ہم۔ میں مصیبت میں ہُوں۔ جلدی دروازہ کھولیے۔"

"لیکن تم اندر کس طرح پہنچ گئے۔ بیرونی دروازہ تو بند ہے۔"

"پائپ کے ذریعے۔ آپ دروازہ تو کھولیں۔"

"کھول دو بھئی۔ دیکھ لیتے ہیں، کون ہیں۔" باس کی آواز
اُبھری۔

جُوں ہی دروازہ کھلا، وہ سب یک دم اندر داخل ہو گئے:

"اوہو۔ یہ تو بہت سارے آدمی ہیں۔ آواز صرف ایک
کی سُنائی دے رہی تھی۔ خیر کوئی بات نہیں۔ آپ لوگ
کیا چاہتے ہیں؟"

"حساب کتاب۔" فارُوق کے منہ سے نِکلا۔

"حساب کتاب۔ کیا مطلب؟"

"حساب کتاب کا مطلب تو حساب کتاب ہی ہوتا ہے۔ اب
اس کا مطلب کیا بتاؤں۔ ہاں یہ سُن لو۔ جو جیسا کرتا ہے،
ویسا بھرتا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"تم نے ڈاکٹر صبوری کو چھے ماہ تک اپنی قید میں رکھا۔
اور اس کے بیوی بچّوں کو بھی۔ اب ہم بھی تمھیں اور تمھارے
ساتھیوں کو چھے ماہ تک قید میں رکھیں گے۔" فارُوق نے جلدی

جلدی کہا۔

"کیا کر رہے ہو بھئی۔ چھ ماہ نہیں۔ مدتوں۔ چودہ سال سے کم تو انھیں کیا سزا ہو گی۔"

"اوہ ہاں! میں تو بھول ہی گیا۔ ان کا جرم تو بہت بڑا ہے۔"

"اور تم نے ڈاکٹر صبوری کی ایجاد پر قبضہ کر کے اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اس کی سزا الگ ملے گی۔"

"تم لوگ بھول میں ہو۔" باس نے غرّا کر کہا۔ وہ ان سب میں نمایاں تھا۔ اور ایک اونچی کرسی پر تنا بیٹھا تھا۔ باقی لوگ ایک گول میز کے گرد اس کے دائیں بائیں دائرہ بنائے بیٹھے تھے۔

"لیکن کس بھول میں ہیں۔ وضاحت بھی تو کرو نا بھئی۔"

فاروق مسکرایا۔

"یہاں سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔ تمھارے اس جگہ چھاپہ مارنے کے باوجود اگر ہم یہیں موجود ہیں تو اس کی کچھ وجہ تو ہو گی۔"

"لیکن۔ تمھاری کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیرے میں لیا جا چکا ہے۔"

"اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پہلے بھی تو تم لوگ کوٹھی کی تلاشی لے چکے ہو۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ہم سب اور تم سب ابھی غائب ہو جائیں گے۔ پھر تمھارے آدمی لاکھ تلاش کریں گے۔ ہم اور تم انھیں نہیں ملیں گے۔" اس نے شوخ آواز میں کہا۔

"یہ اتنا آسان نہیں مسٹر۔" انسپکٹر جمشید طنزیہ لہجے میں بولے۔

"خبردار۔ انھیں زد میں لے لیا جائے۔" باس گرجا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی کمرے میں تاریکی پھیل گئی۔

MALIK JI
8-Aug-14

MALIK JI
8-Aug-14

ان کی کہانی

"خبردار۔ اکرام دروازے کی طرف۔" انسپکٹر جمشید چلّائے۔

چند لمحے یک گھپ اندھیرے میں ہل چل سی مچی رہی۔ پھر اچانک کمرہ جگ مگا اُٹھا۔ ایک سادہ لباس والا سوئچ بورڈ کے نزدیک نظر آیا۔ انھوں نے فوراً کمرے کا جائزہ لیا۔ باس کے تمام ساتھی کمرے میں ہی موجود تھے، کیوں کہ کمرے کے دروازے پر اکرام، محمود اور فاروق پہنچ چکے تھے۔ اور یوں بھی دروازہ اندر سے بند تھا، لیکن اس کے باوجود۔ باس کمرے میں کہیں بھی نہیں تھا۔ اس کے ساتھی اگر دروازے کی طرف سے فرار ہو جانے میں کامیاب ہو جاتے۔ تو بھی باہر موجود سادہ لباس والے انھیں دبوچ لیتے۔

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ باس تو فرار ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر صبوری کا راز ایک بار پھر راز ہی رہ گیا۔" اکرام نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"نہیں راز رہے گا۔ سگریٹ کی بُو کس دن کام آئے گی۔" فرزانہ نے پُر جوش لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ سگریٹ کی بو۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نِکلا۔

"ہاں! مزے کی بات یہ ہے کہ وُہ بُو مَیں یہاں بھی محسوس کر چکی ہُوں۔"

"اوہ۔ اوہ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نِکلا۔

"تب تو جلدی چلنا چاہیے۔ اور ہاں۔ نواب فرقان کے اس مہمان کا نام بھی تو بتا دو۔" محمود نے کہا۔

"یہ بات کان میں بتانے والی ہے، لیکن نہیں۔ کانوں کے بھی تو کان ہوتے ہوں گے۔ خیر مَیں لکھ کر دے رہی ہوں۔" فرزانہ نے شوخ لہجے میں کہا اور انھوں نے منہ بنا دیے۔ فرزانہ نے ایک کاغذ کے ٹکڑے پر نام لکھ کر ان کی طرف بڑھا دیا۔ وُہ دھک سے رہ گئے۔

"آؤ چلیں۔ ابھی چیک کر لیتے ہیں۔ اگر اس کے پاس سے ڈاکٹر صبوری برآمد ہو گئے تو ثبوت کی ضرورت بھی نہیں رہے گی۔"

باس کے تمام ساتھیوں کو اکرام کے ماتحتوں کے حوالے کر دیا گیا۔ وُہ حوالات کی طرف روانہ ہو گئے اور ان کی گاڑی مجرم کے گھر کی طرف چل پڑی۔ ان کے دل دھڑک

MALIK JI
8-Aug-14

رہے تھے۔ کوٹھی کے سامنے پہنچ کر وہ گاڑی سے اُترے۔
محمود نے آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبایا۔ آدھ منٹ بعد ہی
ایک ملازم نے دروازہ کھولا:

"جی فرمائیے؟"

"میرا کارڈ اندر دے دیں۔ بہت ضروری کام ہے۔"
انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی اچھا!" اس نے کارڈ لیا اور اندر چلا گیا۔

جلد ہی اس کی واپسی ہوئی۔ اور وہ انھیں ڈرائنگ روم
میں بٹھا کر چلا گیا۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کی:

"کہیں اسے شک نہ ہو جائے۔ اور فرار ہونے کی نہ
سوچ لے۔ اکرام۔ تمھیں باہر گاڑی میں تیار رہنا چاہیے۔
ہاں اگر وہ یہاں آگیا تو میں تمھیں بلا لوں گا۔"

"جی بہتر!" اکرام نے کہا اور اٹھا ہی تھا کہ قدموں کی
آواز اُبھری۔

"میرا خیال ہے۔ اب ضرورت نہیں رہی۔" انھوں نے دبی
آواز میں کہا اور اسی وقت ان کا میزبان اندر داخل ہوا۔
یہی ان کا مجرم بھی تھا۔

"میں آپ سب کو یہاں دیکھ کر حیران ہوں۔ خیریت تو
ہے؟"

"جی ہاں ڈاکٹر باقر بیگ صاحب۔ آپ سے کچھ ایسا ہی ضروری
کام نکل آیا۔ ہم سبھی کو آنا پڑا۔"

"خیر۔ فرمائیے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"شہر میں بہت سے لوگ چھے انچ کے بن گئے ہیں۔ اور
یہ وارداتیں مسلسل ہو رہی ہیں۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا۔"

"بہت اچھی طرح۔ بلکہ ان لوگوں نے پہلی واردات تو انجانے
میں کرائی ہی مجھ سے تھی۔" ڈاکٹر باقر مسکرائے۔

"جی ہاں! اس کی تفصیل بھی میں سُن چکا ہوں۔ اب مسئلہ
ہمارے لیے یہ ہے کہ۔ ہمارے آئی جی صاحب کے بیٹے بھی
چھے انچ کے بن گئے ہیں۔"

"اوہو اچھا۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے مجرم نے ان سے ایک
کروڑ روپے کا مطالبہ نہیں کیا۔ کیوں کہ وہ ان کا دشمن ہے،
ہیروئن کے کیس میں آئی جی صاحب نے کسی زمانے میں اس
کے گروہ کا خاتمہ کیا تھا۔ وہ خود اگرچہ نہیں پکڑا گیا تھا۔"

"اوہ۔ تو پھر۔"

"اب وہ تو انجکشن دینے پر تیار ہے نہیں۔ ہم نے سوچا،
آپ سے ہی ایک انجکشن کی درخواست کریں۔"

"مجھ سے۔ کیا مطلب۔ بھلا میرے پاس ایسے انجکشن کہاں

MALIK JI
8-Aug-14

سے آگئے: ان کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"آخر آپ بھی ڈاکٹر ہیں"

"ڈاکٹر ضرور ہوں، لیکن اس ایجاد کا توڑ تو اسی کے پاس ہو سکتا ہے۔ جس کی یہ ایجاد ہے۔"

"آپ سگریٹ بہت پیتے ہیں ڈاکٹر صاحب؟ فرزانہ بول اٹھی۔

"ہاں! یہ تو ہے۔ بچپن میں اس گندی عادت کا شکار ہو گیا۔ آج تک پیچھا نہیں چھڑا سکا۔"

"لیکن آپ کے سگریٹ کی بو اس قدر عجیب کیوں ہے؟"

"یہ سگریٹ میں ایک کمپنی سے آرڈر پر تیار کراتا ہوں۔ بازار میں نہیں ملتے۔"

"اوہ۔ کیا واقعی؟" فرزانہ پر جوش طاری ہو گیا۔

"کیوں۔ کیا ہوا؟" ڈاکٹر باقر نے حیران ہو کر کہا۔

"مسئلہ حل ہو گیا۔ آپ نواب فرحان کی دعوت میں آئے تھے۔ ان کے بیٹے کو انجکشن لگانے کے لیے۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں تو پھر؟"

"وہاں مجھے سگریٹ کی بالکل یہی بو آپ کے منہ سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ جو اب محسوس ہو رہی ہے۔"

"وہ تو ہونی چاہیے۔"

"لیکن مشکل یہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے۔ ہم نے اپنے مجرم کو شمالی کے میدان میں کوٹھی نمبر ۹ میں گھیر لیا تھا۔ اس وقت بھی بالکل یہی بو میں نے محسوس کی تھی۔"

"کیا مطلب؟" وہ اچھل پڑا۔ پہلی بار آنکھوں میں خوف نظر آیا۔

"بلکہ یہی نہیں۔ ہمارے انکل خان رحمان سے جس ٹیلے پر رقم وصول کی گئی۔ اس ٹیلے کے آس پاس بھی اسی قسم کے سگریٹ کے ٹکڑے پڑے ملے ہیں۔ اب آپ یہ تو نہیں کہیں گے نا۔ کہ آپ کے علاوہ بھی کوئی اس کمپنی سے یہ سگریٹ ۔۔" فرزانہ کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت ڈاکٹر باقر نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی تھی، لیکن محمود کی سرکاری ٹانگ بالکل تیار تھی۔ وہ اوندھے منہ گرا؛ تاہم بلا کی پھرتی سے اٹھا۔ اور محمود کے سینے پر ایک مکا دے مارا۔ محمود جھکائی دے گیا۔ اتنی دیر میں انسپکٹر جمشید اس کے راستے میں آ چکے تھے۔ وہ ان پر خون خوار انداز میں حملہ آور ہوا۔ انسپکٹر جمشید نے نہایت اطمینان سے اس کا وار روکا اور اسے دونوں ہاتھوں پر اچھال دیا۔ وہ فاروق کے بالکل قریب گرا۔

"ارے باپ رے" فاروق نے بوکھلا کر کہا اور اس کی ٹانگ
پکڑ کر موڑ دی - اسے اپنے پورے جسم کو موڑنا پڑا - ایسے
میں فرزانہ نے اس کے ایک لات رسید کر دی اور وہ فرش
پر آ رہا - انسپکٹر جمشید نے اکرام کو اشارہ کیا اور اس نے
آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا دی -

"بہت کروڑ اکٹھے کر لیے - اب ذرا ان کا حساب کتاب
بھی دے دو" فاروق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کروڑوں کا حساب کتاب بعد میں بھئی - پہلے اس سے یہ
پوچھو - ڈاکٹر صبوری کہاں ہے؟"

"نہیں بتاؤں گا"

"تمہارے فرشتے بھی بتائیں گے ڈاکٹر - ابھی تم نے امتحانی
کمرہ کب دیکھا ہے"

"امتحانی کمرہ - کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"مطلب بھی معلوم ہو جائے گا - اکرام اسے اِسی وقت
وہاں لے چلو - یہ تو پہلی ہی کوشش میں بتا دے گا" انسپکٹر جمشید
سرد آواز میں بولے -

"تم - میں بتانے کے لیے تیار ہوں - لیکن شرط یہ ہے کہ
میرے ساتھ نرمی کی جائے گی"

"ہرگز نہیں - تم سے نرمی کا وعدہ نہیں کیا جا سکتا - تم

نہیں بتاؤ گے تو ہم اگلوا لیں گے"

"اچھا - میں بتاتا ہوں - وہ لوگ میری اِسی کوٹھی کے تہ خانے
میں ہیں"

تہ خانے کا دروازہ اس کے ہاتھ سے کھلوایا گیا - ڈاکٹر
صبوری اور ان کے بیوی بچوں کی حالت بہت ردی تھی - کئی منٹ
تک تو انہیں احساس ہی نہیں ہو سکا کہ وہ آزاد ہو گئے ہیں،
پھر انہیں نہانے دھونے کی مہلت دی گئی - تب کہیں جا کر
ان کے حواس ٹھکانے آئے - ڈاکٹر باقر اس کوٹھی میں اکیلا
رہتا تھا - بیوی بچوں کے ساتھ نہیں رہتا تھا - اس لیے کسی
کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ڈاکٹر صبوری اس کوٹھی میں قید ہیں،
پھر ڈاکٹر صبوری کی والدہ کو بھی وہیں بُلا لیا گیا - ان کی ملاقات
کا منظر عجیب تھا - بڑھیا بے تحاشہ رو رہی تھی - حالاں کہ
موقع خوشی کا تھا - ان سب کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے -
یہ خوشی بھی عجیب چیز ہے - کبھی آنکھوں میں آنسو بھی لے
آتی ہے -

"ڈاکٹر صبوری - ہم سب آپ کی ایجاد کے بارے میں
اُلجھن کا شکار ہیں - آخر آپ نے کس غرض کے لیے یہ
ایجاد کی تھی؟"

"جس غرض کے لیے ایجاد کی تھی - اس کی تو آپ کو ہوا

MALIK JI
8-Aug-14

بھی نہیں لگنے دی گئی۔" انھوں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" ان سب کے منہ سے نکلا۔

"اس دور میں گردے، پتّے، جگر اور جسم کے دوسرے حصّوں میں پتھریاں بننے کا مرض بہت بڑھ گیا ہے۔ ہر تیسرے چوتھے آدمی کے گردے میں پتھری بن جاتی ہے۔ یا پتّے میں بن جاتی ہے۔ جسم کے کسی بھی حصّے میں رسولیاں بن جاتی ہیں۔ جو کئی کئی کلوگرام جتنی ہو جاتی ہیں اور ان کو آپریشن کر کے نکالنا پڑتا ہے۔ تمام ایسے مریضوں کے لیے یہ ایک بہت ہی تکلیف دہ مسئلہ بن چکا ہے۔ غریب لوگ تو آپریشن کرانے کے قابل بھی نہیں ہوتے۔ امیر لوگ اخراجات کرنے کے قابل تو ہوتے ہیں، لیکن آپریشن کا خوف ان میں اور کئی بیماریاں پیدا کر دیتا ہے۔ میں نے اس لائن پر سوچنا شروع کیا کہ کوئی ایسی دوا ہونی چاہیے۔ جو جسم کے اندر ان پتھریوں کو اس قدر چھوٹا کر دے کہ وہ خود بخود جسم سے خارج ہو جائے۔ ایک تو مریض ہر قسم کی تکلیف سے بچ جائے۔ دوسرے اخراجات کی مصیبت سے بھی نجات حاصل کر لے۔

اس کی واحد صورت یہی تھی کہ کوئی اس قسم کی دوا ایجاد کی جائے۔ جس پر خرچ بھی زیادہ نہ آئے؛ چنانچہ میں تجربات میں لگ گیا۔ اس سلسلے میں میں نے ملازمت بھی چھوڑ دی۔ مالی پریشانیوں میں مبتلا بھی ہو گیا، لیکن اپنی کوشش ترک نہ کی۔ آخر کئی سال کی مسلسل محنت کے بعد میں ایک ایسی دوا تیار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جو ایک آدھ منٹ کے اندر بڑی سے بڑی پتھری۔ یا رسولی کو ننھے سے ایک ذرّے میں تبدیل کر دیتی تھی۔ اور غیر محسوس طور پر وہ ذرّہ جسم سے نکل جاتا تھا۔ اس دوا پر خرچ بھی چند روپے آتا ہے۔ یہ ایجاد کر کے میں بہت خوش ہوا۔ لیکن دوا کو جسم میں داخل کرنے کا طریقہ باقی تھا۔ میں جانوروں پر تجربات کرتا رہا۔ ہسپتال سے میں نے چند رسولیاں اور پتھریاں بھی حاصل کیں۔ ان پر بھی دوا آزمائی۔ آپ یہ جان کر حیران ہوں گے۔ جب میں نے ایک پانچ کلو وزنی رسولی پر وہ دوا ڈالی۔ تو وہ سکڑتی چلی گئی — یہاں تک کہ باجرے کے ایک دانے کے برابر ہو گئی۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اب سوال یہ تھا

MALIK JI
8-Aug-14

MALIK JI
8-Aug-14

کریں اس دوا کو جسم میں موجود پتھری یا رسولی تک پہنچاؤں کس طرح — میں نے ایک انجکشن کے ذریعے دوا ایک بلّی کے جسم میں داخل کی — اور پھر جو ہوا — اس نے میرے ہوش اڑا دیے — بلّی نصف منٹ کے اندر بالکل ننھی سی بن گئی — ایک مکوڑے جتنی — میرے اوسان خطا ہو گئے — میں نے ایک ڈبّے میں اس بلّی کو بند کر دیا — اور پھر تجربات میں مشغول ہو گیا — اس دوا کا اثر زائل کرنے والی ادویات جمع کیں — ایک اور انجکشن تیار کیا — وہ دوا ایک سوئی کے ذریعے بلّی کے جسم میں داخل کی — دیکھتے ہی دیکھتے بلّی اصلی حالت پر آ گئی — میں سناٹے میں رہ گیا — اس طرح تو انسان بھی بالکل ننھے ننھے بن سکتے تھے — لیکن میرا کام تو پتھریوں اور رسولیوں کے سلسلے میں تھا — میں نے تجربات جاری رکھے اور آخر انسانی جسم میں پتھری کے مقام پر دوا پہنچانے کا طریقہ بھی میں نے تلاش کر لیا — میں نے ایک بہت لمبی سوئی والی سرنج تیار کی — پتھری کا ایک مریض کہیں سے تلاش کر کے لایا — سرنج میں دوا بھری — اور پتھری کے مقام تک

سوئی جسم میں داخل کر دی — سوئی بہت باریک تھی، مریض کو بہت معمولی سی تکلیف ہوئی — بس ایک انجکشن جتنی — اس کے بعد جب اس کا ایکسرے کیا گیا — تو پتھری غائب تھی — پیشاب کے ذریعے خارج ہو چکی تھی —

میں کامیاب ہو چکا تھا، لیکن کن حالات میں — جب میرے گھر کی چیزیں تک بک چکی تھیں — اور دوا بہت بڑی مقدار میں تیار کرنے کی ضرورت تھی — تاکہ اعلان کر دیا جائے اور فروخت شروع کر دی جاتے — پانچ سو روپے فی انجکشن تو اس کی کوئی قیمت ہی نہیں تھی — امیر لوگ تو دس دس ہزار میں خریدنے پر تیار ہو جاتے — اس طرح یہ ایک بہت منافع بخش کاروبار بھی بن گیا تھا — ان حالات میں میرا خیال اپنے دوست ڈاکٹر باقر بیگ کی طرف گیا — ہم نے ڈاکٹری کی تعلیم ایک ساتھ حاصل کی تھی — ایک دو بار اس نے کسی ضرورت کے تحت مجھے بلایا بھی تھا — اور میں نے اس کی مدد کی تھی، لہٰذا میں اس کے پاس ہی جا سکتا تھا — میں نے جب اسے تمام تفصیلات سنائیں تو یہ غلطی بھی کر

گزرا کر انسانی جسم کے چھوٹا ہونے کے بارے میں بھی بتا بیٹھا۔ اب مجھے نہیں معلوم تھا۔ کہ ڈاکٹر باقر بیگ صرف ایک ڈاکٹر ہی نہیں۔ منشیات کا ایک بہت بڑا سمگلر بھی ہے۔ اور اس کا ایک باقاعدہ گروہ بھی ہے، اگر یہ بات معلوم ہوتی تو کبھی اس کا رُخ نہ کرتا۔ میری کہانی سُن کر اس کے ذہن میں ایک شیطانی منصوبے نے جنم لیا۔ اور اس نے مجھے پکڑ کر تہ خانے میں قید کر دیا۔ پھر میرے بیوی بچے بھی وہیں پہنچا دیے گئے۔ مَیں نے فارمولا بتانے سے تو صاف انکار کر دیا، کیوں کہ مَیں جانتا تھا۔ ایک بار میں نے اگر فارمولا بتا دیا۔ تو پھر یہ مجھے اور میرے بیوی بچوں کو ہرگز زندہ نہیں چھوڑے گا؛ تاہم مَیں نے بیوی بچوں کی خاطر اتنا ضرور منظور کر لیا کہ مَیں تھوڑی مقدار میں اس کے لیے انجکشن بناتا رہوں۔ اس نے بھی یہ منظور کر لیا۔ یہ ہے میری کہانی۔"

یہاں تک کہ کر وہ خاموش ہو گئے۔ اب سب کی نظریں ڈاکٹر باقر پر جم گئیں۔ ان کا جی چاہ رہا تھا۔ اس کی بوٹیاں نوچ ڈالیں۔ آخر اسے حوالات بھجوا دیا گیا۔ ڈاکٹر اور اس کے گھر والوں کو پولیس کی حفاظت میں گھر پہنچایا گیا اور ان

کی کوٹھی کے گرد پہرہ مقرر کر دیا گیا۔ اسی روز حکومت نے اعلان کیا:

"ڈاکٹر جمبوری کو حکومت اعزاز سے نوازے گی اور ان کی ایجاد سے پوری دُنیا فائدہ اُٹھائے گی۔"

پھر دُوسرے مُلکوں کی طرف سے بھی اعزازات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور یہ نتیجہ تھا اس غریب کی محنت کا ——

MALIK JI
8-Aug-14

۲۰۰۰،۰۰ روپے کے نقد انعامات

بمٹالی کا میدان

کا انعامی سوال

: انسپکٹر جمشید نے کیا خیال آنے پر پھر آئی جی صاحب کو فون کیا تھا؟

- اب ہر ماہ شائع ہونے والے منی خاص نمبر پر مبلغ دو ہزار روپے کے نقد انعامات دیے جا رہے ہیں ــــ
- موصول ہونے والے سب سے پہلے بیس درست جوابات پر ۱۰۰، ۱۰۰ روپے کے نقد انعامات فی کس دیے جائیں گے ــ
- انعامی سوال کا جواب بالکل الگ کاغذ پر لکھیں ــ کاغذ پر اپنا نام اور پتا ضرور لکھیں ــــ
- ناول پڑھنے کے فوراً بعد جواب لکھ کر مندرجہ ذیل پتے پر ارسال کریں :

اشتیاق احمد

ڈی ۶/۸ سٹیلائٹ ٹاؤن • جھنگ صدر • پوسٹ کوڈ ۳۵۲۰۶

MALIK JI
8-Aug-14

آئندہ ناول

لنگڑا انتقام کا پہلا باب

"ہیلو انسپکٹر کامران مرزا ــ انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں ــ آپ کا کیا حال ہے؟"

"زار و قطار رو رہا ہوں۔"

"اِدھر بھی یہی حال ہے ــ لیکن ــ یوں مزا نہیں آ سکے گا ــ" انسپکٹر جمشید نے روتے ہوئے کہا۔

"تب پھر ــ کیسے آئے گا مزا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے زور سے ہچکی لی ــ

"آپ لوگ بھی یہیں آ جائیں، بھابی کو بھی ساتھ لے آئیں ــ سب مل کر روئیں گے۔"

"پروگرام اچھا ہے ــ ہم آ رہے ہیں۔"

"اور میں شوکی برادرز کو بھی فون کر رہا ہوں ــ کہیں وہ یہ شکایت نہ کریں کہ ہم نے انھیں رونے کے پروگرام میں شریک نہیں کیا ــ آپ کا کیا خیال ہے؟"

MALIKJI
8-Aug-14